

## فہرست مضمون

صفحہ نمبر

نمبر شمار

۱۔	حر شیطانی عمل ہے.....	۸
۲۔	حر اور حر کاری شیاطین الانس اور شیاطین الجن کی مشترکہ کارستی ہے.....	۹
۳۔	شیاطین الجن والانس کا گٹھ جوڑ اور ایک دوسرے سے فوائد کا حصول.....	۱۰
۴۔	انسانی معاملات میں شیطانی مداخلت و سوسہ اندازی اور شکوک و شبہات ڈالنے کی حد تک ہے.....	۱۱
۵۔	شیطان کا بھلواء میں ڈالنا.....	۱۲
۶۔	شیطان کا مخالفت کے لئے آکسانا اور برائگخانہ کرتا.....	۱۳
۷۔	رسول اور نبی کی آرزوں میں وسوسہ اندازی.....	۱۵
۸۔	شیطان کا فساد پھیلانا.....	۱۵
۹۔	مسئلہ حر افسانوی رنگ میں - نام نہاد مفسرین کا کارنامہ.....	۱۹
۱۰۔	اللہ کے حقیقی بندے شیطان کی کارپروازیوں پر چونک اٹھتے ہیں.....	۲۰
۱۱۔	آیات و روایات کا خلاصہ۔۔۔ شیطان نافع و ضار نہ ساحر و کاہن.....	۲۰
۱۲۔	باطل پر وہیکنڈے پر بینی مش.....	۲۰
۱۳۔	موصوف کی توحید میں شرک کی آمیزش.....	۲۲
۱۴۔	نافع و ضار صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے.....	۲۲
۱۵۔	قرآن و حدیث کو جھٹلانے کیلئے طبیس حق و باطل کی عیارانہ چال.....	۳۰
۱۶۔	حر کا مفہوم.....	۳۱
۱۷۔	موصوف حر کے فسیاتی اثر اور اسکی لا محدود کرشمہ کاری کے قائل ہیں.....	۳۳
۱۸۔	موصوف کی لخت فہمی.....	۳۳
۱۹۔	حر کے معنی مع حوالہ لخت.....	۳۶
۲۰۔	پروینی فکر کے حاطین کے طرز احمداللہ کی خصوصیت.....	۳۶
۲۱۔	پروین اور عبد اللہ چکڑالوی کی خوش چینی.....	۳۸

۳۳	.....	میجرے اور حمر کا فرق	-۲۲
۳۴	.....	خود ساختہ الفاظ کے ذریعے آیات کی تحریف	-۲۳
۳۸	.....	موصوف کی راہ کی رکاوٹ، سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۲	-۲۳
۵۰-۵۵	.....	موصوف اور انکے ہمنواذن کا نظریاتی تضاد	-۲۵
۵۶	.....	فتذ کی لغوی بحث	-۲۶
۶۰	.....	موصوف کی طرف سے کلام اللہ کی تردید اور اصلاح!	-۲۶
۶۲	.....	میجرات اور "کن فیکون"	-۲۸
۶۵	.....	"اذن و مشیت" کے قانون کا مختصر خلاصہ	-۲۹
۶۸	.....	فن کارانہ تحریف اور ڈریزاں کروہ الفاظ کی میناکاری	-۳۰
۷۱	.....	موسیٰ علیہ السلام حرمہ شعبدہ بازی کافر، بخوبی جانتے تھے	-۳۱
۷۳-۷۵	.....	"صنع" اور "کیدہ" کی بحث	-۳۲
۸۰	.....	اللہ کے رسول کے توکل پر بستان	-۳۳
۹۰	.....	علم حدیث پر دست درازی!	-۳۴
۹۰-۹۳	.....	کاندھلوی کے بل بوتے پر حدیث و علم حدیث پر طبع آزمائی	-۳۵
۹۳	.....	موصوف کا حدیث پر تبصرہ، ان کا علمی شاہکار	-۳۶
۹۹	.....	آیات قرآنی کی فضیلت والی روایات پر نظر عنایت	-۳۷
۱۰۰	.....	فتذ و جال والی روایات پر بھی "کن فیکون" کا اطلاق؟	-۳۸
۱۰۱	.....	موصوف کی نظر میں دجال بڑا سائنسدان اور حکمران	-۳۹
۱۰۴	.....	خلاصہ	-۴۰

# إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَنِ كَانَ صَمِيمًا

اللہ رب العزت کا لامکھ لامکھ شکر ہے کہ اُس نے انسان کو نہ صرف پیدا فرمایا بلکہ اس کو عقل و شعور عطا فرمایا تاکہ وہ حق و باطل میں فرق و انتیاز کر سکے، اپنے حقیقی مالک اور رب کو پہچانے اور اس کی ربوبیت میں کسی کو شریک و ساحبی نہ ٹھرائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے کسی تعاون اور مدد کے بغیر اکیلے ہی پیدا کیا ہے اور وہی اس کو رزق دیتا اور وہی رزق میں فراخی و تنگی کا اختیار رکھتا ہے۔ وہی بیماری میں بدلائیتا اور وہی شفا دیتا ہے۔ وہی نفع و نقصان پر قادر ہے، کوئی اور اس کے احکامات و فیصلوں میں مداخلت کا یارا نہیں رکھتا۔ وہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو کوئی اسکے فضل کو روک نہیں سکتا اور اگر نقصان دینا چاہے تو کوئی نہیں جو اس نقصان کو نال سکے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسے انسان بغیر کسی کدوکاوش کے آسانی پاسکتا ہے۔ خارجی نشانیوں کا تو کہنا ہی کیا خود اس کی اپنی ذات میں اس ابدی حقیقت کو پالیئے کی ان گنت نشانیاں موجود ہیں جو عقل و دانش کی مقتضیات میں شامل ہیں۔ لیکن شومی قسمت کہ انسان اپنے ازلی ذہن شیطان لعین کے یاتھوں زیر ہو کر صراط مستقیم اور راہ حق سے بھٹک کر شیطان کے دکھانے ہوئے چیز دریچ مگر بظاہر خوشنما راستے پر چل پڑا اور بالآخر گمراہی و ضلالت کے عین گڑھے میں جاگرا اور اب اسکو وہاں سے نکالنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ بزم خوبیں یہ "حق کے علمبردار"، "دین کے نگہبان" اور "مذہبی پیشووا" دراصل شیطان کے رجھٹ میں اور اس راہ حق کی سب سے بڑی رکاوٹ۔ چنانچہ فرمایا۔

يَا هَمَّا الَّذِينَ آتَوْا إِنْ كَيْدَ الشَّيْطَنِ مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرَّهْبَانِ لِيَا كَلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

وَيَصْدُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ التَّوبَهُ ۚ ۱۳۲

"اے ایماندارو! ان مولویوں اور سریوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا مال ٹاچ کھاتے اور ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں"

غور فرمائیے۔ سی ہیں وہ لوگ جنہوں نے گمراہی کو اسلام کے خوشنما بادے میں پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھئے کہ انہوں نے کس ہوشیاری سے توعیذ گندے کے کاروبار کو فروع دیا ہے۔ بنی علیہ السلام کے ان فرایں کے باوجود کہ ان الرفق والتمائم والتو له شرک (یعنی (مشرکانہ) دم اور توعیذات اور تولہ شرک ہیں) اور من تعلق تسمیہ فقد اشترک (یعنی جس نے توعیذ لٹکایا اس نے شرک کیا) انہوں نے اللہ اور رسول کے احکامات کے مقابلے میں توعیذ گندے کے مشرکانہ فعل کو اسلامی رنگ دینے کے لئے "شرعی یاقوتی" توعیذ کی اصطلاح اختراع کی اور اس گھناؤنے، مشرکانہ اور حرام کاروبار کے لئے جواز فراہم کر لیا؛ یہ فیاضین الانس احباب و رہبان (مولوی اور پیرا) یہ کارنامہ سرانجام دے کر سورہ توبہ کی درج بالا آیت کے مصدقہ بن گئے۔ چنانچہ اب انسان کا اپنے رب پر توکل ہونے کی بجائے ان توعیذ گندوں پر یقین اور بھروسہ ہو گیا کہ یہی نفع و نقصان دیتے ہیں، بیماری سے شفا، بے اولاد کو اولاد اور کاروبار میں برکت کا ذریعہ ہیں۔ پھر ہر قسم کا توعیذ ان توعیذ گروں کے پاس دستیاب ہے۔ ان توعیذات و عملیات کے متعلق یہ بھی مشہور کیا گیا ہے کہ یہ روحانی علم ہے جو شیطانی عملیات یعنی سحر اور سحر کاری کا نعم البدل ہے؛ چنانچہ یہ نام نہاد روحانی عامل اپنے آپ کو "روحانی علم" کا حامل جانتے ہیں حالانکہ اس نوع کے کسی علم کی قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ اس کے بر عکس قرآن و حدیث کے مطابق سحر اور سحر کاری شیطانی عمل ہے اور بلاشبہ کفر و شرک ہے۔ اب ایک طرف تو یہ "روحانی علوم" کے حاملین اس کے ذریعے ہر کام بنانے کے دعویدار ہیں تو دوسرا طرف سحر اور سحر کاری پر یقین اور بھروسہ رکھنے والے اس کے ذریعے ہر نوع کا کام بجالانے کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ قرآن و حدیث کا معمولی علم رکھنے والا بھی ان ہر دو قسم کے دعووں کی بے وقعتی سے پوری طرح واقف ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے کسی قسم کے روحانی علم کا کوئی وجود نہیں، البتہ قرآن و حدیث میں سحر کا ذکر آیا ہے مگر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ سحر اور سحر کاری محض فریب نظر ہے، اس کا اثر باذن اللہ فقط نفسیاتی و تخیلیاتی حد تک ہوتا ہے اور حقیقت نفس الامر پر اسکا کوئی اثر مردج نہیں ہوتا، بالفاظ دیگر اس سے لمحہ بھر کیلئے بھی حقیقت میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔

اب یہ امر قبل غور ہے کہ ایک طرف تو حمر اور حمر کاری پر بھروسہ رکھنے والے ہیں جو اس کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، مبالغہ آرائی میں حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور قرآن و حدیث سے صرف نظر کرتے ہوئے اس شیطانی عمل سے مرعوبیت اور خوف دیہاس کا شکار ہیں، اس مشرکانہ فعل کے کرنے اور کرانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں لرتے جبکہ قرآن و حدیث نے اس کی شیطانی حیثیت کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، تو دوسری طرف ایسے لوگ بھی ہیں جو اس عمل کی نفسیات کا بُری طرح شکار ہیں۔ قرآن و حدیث میں کتنی جگہ حمر کے ذکر کے باوجود ہر سے سے اسکے وجود ہی کے انکاری ہیں اور اپنی اس ذہنی اپیچے میں اس حد تک چلے جاتے ہیں کہ آیات قرآنی کی تحریف اور اسکے انکار پر انکار کی روشن اپنالیتے ہیں۔ اس کی تفصیل تو انشاء اللہ آئندہ سطور میں آئے گی لیکن یہاں یہ بات سمجھ لی جائے کہ قرآن و حدیث کے متن کے دعویدار کسی بھی منکر و فرقہ سے والبستہ ہوں ان میں ایسا تو کوئی بھی نہ ہوگا جو یہ کہتا ہو کہ میں فلاں آیت کو نہیں مانتا، البتہ ان کا انکار کچھ اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ آیات قرآنی کو اپنی مخصوص ذمیت کا جامہ پہنانے لگتے ہیں تاکہ اس سے اپنی غرض باطل کا مفہوم برآمد کر سکیں اور اس کوشش میں یہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے کہ قرآن نازل کرنے والے کا آخر ان الفاظ کے نازل کرنے کا کچھ مقصد تو ضرور ہے۔ اس طرح قرآنی آیات کے معنوی انکار کے مرتعک بوکر یہ لوگ منکرین کی صفت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ قرآن کے الفاظ پر ایمان کا دعویٰ اور پھر اسکے معنی کا انکار یہ آیات قرآنی کی تکذیب کی بدترین اور گمراہ کن شکل ہے اور ایسے لوگوں کیلئے سخت و عجید سنائی گئی ہے، چنانچہ فرمایا:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْكَرُوا أَصْحَابَ النَّارِ هُمْ فِي هَذِهِ الْأَخْلَادِ

”اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ آگ میں جانے والے ہیں جن وہ ہمیشہ

ہیں گے“

دوسری جگہ میں فرمایا:-

أَنَّ الَّذِينَ يَلْهَدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَعْفَفُونَ عَلَيْنَا أَفْمَنْ يَلْقَى فِي النَّارِ خَيْرًا مَمْ بَاقِيَ إِنَّا نَبْيَوْمَ الْقِيمَةِ

"جو لوگ ہماری آیات کو ائے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں، تو کیا وہ شخص بترے جو آگ میں جھونکا جائے یا وہ جو قیامت کے دن بخوات امن حاضر ہو"

اب اگر اس روشن پر انہیں فہمائش کی جائے تو سلیم حق کی بجائے ہٹ دھرمی کے ساتھ نام نہاد تفاسیر کی عبارات اور حوالہ جات کو اپنے مسلک و موقف کے دفاع کا ذریعہ بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، افسوس صد افسوس! ہوتا تو یہ چاہئے تھا کہ کلام رباني جو بلاشبہ طبع رشد و ہدایت ہے اس پر بعضہ ایمان لا کر عقیدہ و عمل کی بنیاد اس توار کریں لیکن اس کے بجائے یہ تو تفسیری موشکافیوں کے سندر میں غوطہ زنی کر کے ذر نایاب برآمد کرنے میں لگ گئے، عقل سلیم اور حقیقی ذہن رکھنے والا طالب علم خوب واقف ہے کہ ان ماہر مفسرین کی اکثریت نے کیا کیا مغل کھلاتے ہیں، ۱۰ ماشاء اللہ ان موشکافیوں کے نتیجہ میں اللہ کا سچا دین بس ایک معنہ ہی بن کر رہ گیا ہے۔ سیدھی سادھی زبان میں مختصر مگر جامع کلام رباني کو سیکڑوں جلدیوں کی تفاسیر میں منتقل کر دیا گیا ہے جن سے ہر مذہب و مسلک کا حامل شخص اپنے لئے تائیدی مواد حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کا انداز بیان تو ایسا جامع اور سادہ ہے کہ عرب کی اُنی قوم نے اس کی ایک ایک بات کو سمجھا اور یہ دعوت انکے باطل عقائد و نظریات پر گویا بھلی بن کر گری اور جنہوں نے اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کی اُن کی سیرت و اخلاق میں چار چاند لگ گئے اور تاریخ انسانی کے گوہر نایاب بن گئے، مگر آج کے ماہرین فارغ التحصیل جو علم و آگوئی کے گویا "مینار" ہیں اور جنہوں نے اس کی تھیوں کو سمجھانے میں بزعم خویش اپنی عمریں لگادیں اور کوئی ان میں شیخ القرآن ہے تو کوئی مفسر و مفکر، لیکن قرآن کی مرکزی دعوت سے یہ قطعاً نا آشنا ہیں۔ انگلی تفاسیر عجائب کا ذہیر معلوم ہوتی ہیں جن میں غلط و صحیح کے معیار سے بے نیاز ہو کر روایات کا انبار لگادیا گیا ہے اور ایک ایک آیت کی تفسیر کے بے لے بے شمار متصاد و متصادم اقوال و آراء جمع کردی گئی ہیں جن میں منطق و فلسفہ کی بھرمار ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ آیات رباني نے جن مشرکانہ نظریات کی جڑکات کر رکھدی تھی ان مفکرین و مفسرین نے ان مشرکانہ عقائد کو پھر سے پروان چڑھانے کے لئے خوب زمین ہموار کر دی ہے؛ العیاذ باللہ۔ الغرض ان نام نہاد مفکرین و مفسرین میں سے ہر ایک نے اپنے ذوق اور عقیدہ و انداز کے مطابق طبع آزمائی کی ہے۔ چنانچہ اب ہر ایک کو اپنے

مملک و مطلب اور مفہوں کے مطابق ان تفاسیر میں تیار شدہ مواد میسر ہے جس کو وہ اپنے ذہن کی "زرخیزی" سے دوچند کر کے پیش کر دیتا ہے۔

اب یہ حنابلہ جدیدہ بھی اسی شاہراہ پر گامزن ہیں۔ انہوں نے بھی اس معاملے میں یہی طرزِ عمل اپنایا ہوا ہے۔ مسئلہ ححر پر تفسیری عبارات اور انکے حوالہ جات پیش کر کے اپنے باطل و گمراہ کن موقف کو ثابت کرنیکی ناکام و نامراد کوشش میں حدود سے تجاوز کر کے قرآنی آیات و فرمانیں کی تکذیب کی بے باکانہ روشن اختیار کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سورہ البقرہ آیت ۱۰۲ کو اپنے باطل اور بے بنیاد موقف کے سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے اس کے الفاظ میں تحداد اور شیطانی اندماز میں بیرون پھیر اور معنی میں گمراہ کن تاویل کی گئی یہے جو ایسی سفیہانہ وجابلانہ ہے کہ نہ تو قرآن کے سیاق و سبق اور موضوع کے ربط و تسلسل سے ہم آہنگ ہے اور نہ ہی قرآن کی دیگر آیات سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اور اس مضبوط سے متعلق دیگر آیات کے ساتھ بھی انہوں نے بعدینہ یہی روئیہ اختیار کیا ہے۔ اس کے تفصیلی جائزے سے قبل مناسب ہو گا کہ مسئلہ ححر کے متعلق قرآن و حدیث کے حوالے سے چند معروضات پیش کردی جائیں جو اس معاملہ میں اصولی اور بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور جو اس بحث کے گنجھنے میں مددگار ثابت ہونگی۔

## ححر (جادو) شیطانی عمل اور کفر و شرک ہے

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

وَاتَّبَعُوا مَا تَلَوَ الْشَّيْطَنُ عَلَى مَلَكِ سَلِيمِنَ وَمَا كَفَرَ سَلِيمِنَ وَلَكِنَ الشَّيْطَنُ كَفَرَ وَا  
يَعْلَمُونَ النَّاسَ السُّحُرَ (البقرہ ۱۰۲)

"اور وہ ان چیزوں کی پیروی کرنے لگے جو فیاضین سلیمان کی سلطنت کا ہام لیکر پڑھا کرتے تھے  
حالانکہ سلیمان نے اُنہیں کیا بلکہ فیاضین کفر کر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے"  
ححر کے بارے میں نبی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ عَدَ عَقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا هَقْدَ سُحْرٍ وَمَنْ سُحْرٌ هَقْدَ اشْرَكَ وَمَنْ عَلَقَ شَبَّاً

## وکل الہ اسن نسائی

”جس نے گرہ لکھی اور اس میں پھونک دی اس نے حمر کیا اور جس نے حمر کیا اس نے شرک کیا اور جس نے کچھ لٹکایا وہ اسی کے حوالے کر دیا گیا۔“  
درج بالا آیت قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل باعیں ثابت ہوتی ہیں:

- ۱۔ سحر شیطانی عمل ہے اور کفر و شرک ہے۔
- ۲۔ سحر پڑھنے، پھونکنے یادم کرنے والا عمل ہے۔
- ۳۔ انسانوں اور جنوں میں سحر سکھنے اور سکھانے والے اور سحر کاری کرنے اور کرانے والے جن و انس کے شیطانی گروہ میں شامل ہیں۔

سحر اور سحر کاری شیاطین الانس اور شیاطین الجن کی مشترکہ کارستانی ہے  
قرآن و حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ساحروں کو سحر کاری کے لئے  
شیاطین الجن کی معاونت حاصل ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اپنے مشن کے لفاظ سے کاہن  
وساحر ایک ہی قبیل سے تعلق رکھتے ہیں اور شیاطین الجن کا ان سے ربط و تعلق رہتا ہے۔  
اس سلسلہ میں پہلے قرآن کی آیات ملاحظہ ہوں:-

هُلْ أَبْتَكْمُ عَلَىٰ مِنْ تَنْزِيلِ الشَّيَاطِينِ تَنْزِيلٌ عَلَىٰ كُلِّ إِفَاكِ إِنَّمَا يَلْفَوْنَ السَّمْعَ وَأَكْنَدُمْ  
كَاذِبُونَ (الشعراء: ٢٣٢-٢٣٣)

”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کن لوگوں پر فیاطین ارتے ہیں۔ ہر جوئے گنگار پر ارتے ہیں۔  
میں ہوتی بات کان میں ڈالتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر جموئے ہیں۔“  
انا زَنَ السَّمَا، الدَّنَا..... فَاتِبْعَهُ شَهَابُ ثَاقِبٍ (الصفت: ٢٠١)

”ہم نے آسمان دنیا کو ناروں کی زینت سے آراستہ کر دیا ہے اور ہر سرکش شیطان سے اسے  
محفوظ کر دیا ہے عالم بلا کی بائیں سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے، ہر طرف سے ان  
پر شعبدہ باری کی جاتی ہے انہیں مار بھگانے کیلئے اور ان کے لئے ہمیں عذاب ہے۔ ہم اگر ان

میں سے کوئی بات اچک لے تو نورا ہی ایک تیر شطہ اس کے پہنچے لگ جاتا ہے۔“

ولقد جعلنا فی السماء بروجاً..... فاتیحہ شہاب میعنی الحجر ۱۸۷۶

”ہر نے آسمان میں معمبوط قلعے بنائے اور ان کو دیکھنے والوں کیلئے آراستہ کر دیا اور ہر شیطان مردود سے اسے محفوظ کر دیا۔ سوائے اسکے کہ کوئی کچھ سن گن لے لے تو ایک روشن شعلہ اسکے پہنچے لگ جاتا ہے۔“

یہاں صرف چند آیات پیش کی گئی ہیں۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین عالم بالا کے فیصلوں کی سن گن لینے کے لئے اوپر جاتے ہیں تو شہاب ہاقب ان کا پیشکارکرتے ہیں۔ پھر شیاطین الجن کچھ سنی ہوئی بات شیاطین الانس (ساحروں کا ہم اسکے کافوں میں ڈال دیتے ہیں)۔

ان آیات کی تشریع و تفسیر کے لئے کچھ احادیث ملاحظہ کیجیئے۔

۱۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کسی بات کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر ہیبت اور عاجزی سے اپنے بازو، جملکائے ہوئے پھر پھڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اُنھیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے چکنے پتھر پر زنجیر لگنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آئیں میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا ہے اور وہ واقعی علو مرتبت اور بلند شان والا ہے۔ پھر ان کی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن کر لے جائیں۔ یہ شیطان آسمان کے نیچے اس طرح اوپر نیچے ہوتے ہیں (راوی سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی کے ذریعے پہلے اسے جھکا کر پھر پھیلا کر شیاطین کے اجتماع کی کیفیت بتائی)۔ الغرض وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے سے نیچے والے کو بتاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے قبل کہ وہ شیطان یہ کلمہ اپنے سے نیچے والے کو بتاتے شہاب ہاقب اسے آیتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شہاب ہاقب کے اس پر پہنچنے سے پہلے وہ اس کو بتا دیتا ہے، پھر کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے (ایک بات اس میں سے صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے معتقدین کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کیا

اس طرح ہم سے فلاں دن فلاں کاہن نے نہیں کہا تھا۔ اس کلمہ کی وجہ سے جو آسمان سے فیاضین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی لوگ تصدیق کرنے لگتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورۃ الجرہ)

۲۔ عائشہ رضی اللہ عنہا خواردایت فرماتی ہیں کہ ہیں نے نبی علیہ السلام کو فرماتے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ملائکہ عنان میں اترتے ہیں اور عنان سے مراد بادل ہے۔ پھر ان امور کا ذکر کرتے ہیں جن کا فیصلہ آسمان (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ) میں ہو چکا ہوتا ہے اور یہیں سے فیاضین کچھ چوری چھپے سن لیتے ہیں، پھر کاہنوں کو جاکر بتاتے ہیں۔ اور پھر یہ کاہن اپنی طرف سے سوچھوٹ ملکر اسکو بیان کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب بدائع الخلق)

۳۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ "وہ کچھ نہیں" (یعنی ناقابل اعتبار ہیں)۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ بعض اوقات وہ ہمیں ایسی چیزیں بتاتے ہیں جو صحیح ہو جاتی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ کلمہ حق ہوتا ہے جسے وہ جن سے حاصل کرتا ہے اور اپنے ساتھی (کاہن) کے کان میں ڈال دیتا ہے پھر وہ اس میں سوچھوٹ ملکر بیان کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الطہ)

ان آیات اور احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ساحر کی ساحری اور کاہن کی کمات شیاطین الجن والانس کے باہمی ربط و معاونت ہی کا نتیجہ ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ذرا اس پہلو پر بھی غور کر لیں کہ شیاطین الجن کے عالم بالا سے کچھ سن گن لینے کی بات اگر صرف احادیث ہی میں ہوتی (اور قرآن میں اس کا ذکر نہ ہوتا) تو یہ منکرِ صحیح روایات میں بیان کردہ واقعات کو مافقہ الاسباب قرار دے کر ان کی تردید و مخالفت کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ البتہ یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ سورہ جن (آیت ۹۰۸) سے پتہ چلتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی بعثت کے وقت آسمان دنیا کی حفاظت و نگرانی سخت کر دی گئی اور شیاطین کے لئے وہاں پہنچنا اور کچھ سن گن لینا ناممکن بنا دیا گیا تھا۔ متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے اور بخاری کی درج بالا روایات اس امر کی تائید کرتی ہیں کہ عام قانون شیاطین کی چھوٹ و مملت کا وہی ہے جو قرآن و احادیث میں بیان

کیا گیا ہے، البتہ یہ ایک خصوصی انتظام ہے جو نزول وحی کے دوران مافذع العمل رہتا کہ شیاطین الجن والانس کی دھی الہی میں خلط ملط کرنے کی کوشش ناکام ہو جائے اور بھی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے نازل ہونے والی وحی کی پوری طرح حفاظت ہو۔

الغرض ان آیات دروایات سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ شیاطین کی یہ کارپروازی محض جزو قبیل اور محدود ہے، لا محدود نہیں، اور اللہ کی مشیت کے تحت انبیاء<sup>ؐ</sup> کے دور میں ان پر کسی حد تک قدغن لگائی گئی ہے۔ یوں تو شیطان ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے لیکن اور پر کی تفصیل سے اس بات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے کہ شیاطین الانس کا شیاطین الجن کے ساتھ خصوصی نوعیت کا گہرا ربط و تعلق ہے جو ان کی گمراہی کی کوششوں اور کادشوں میں مددگار رہا ہے۔ مزید برآں قرآن سے اس مسئلہ کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ باہم ایکدوسرے کو استعمال کرتے ہیں اور ایکدوسرے سے فوائد کے حصول کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ ان کے اس باہمی گٹھ جوڑ کے بارے میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں:

## شیاطین الجن والانس کا باہمی گٹھ جوڑ اور ایکدوسرے سے فوائد کا حصول

وَيَوْمَ يُحِشرُهُمْ جَمِيعًا يَمْعَثِرُ الْجِنَّةَ فَدَاسِتْكُثْرَتْنِمْ ..... الخ (الانعام ۱۷۸)

"اور جس روز وہ ان سب (جن و انس) کو گھیر کر جمع کرے گا (اور ان سے فرائے گا)" ۱۷۸ اے گروہ جنات، تم نے تو انسانوں سے خوب فائدے اٹھائے۔ "تو انسانوں میں سے جوان کے دوست تھے کہیں گے کہ ۳۰ سے ہمارے رب ہم ایکدوسرے سے فائدے اٹھاتے رہے۔"

اس آیت میں شیاطین جن و انس کے گٹھ جوڑ اور ایک دوسرے سے فائدے اٹھانے کا بینن ثبوت موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں سحر کاری اور حکماست بھی شامل ہیں۔ اسی مسئلے میں ان کے اپنے اپنے مشن کی کارپروازیوں اور بھی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے لئے ریشه دو انسیوں اور بھی کی دعوبت میں روڑے اٹکانے کیلئے جوان کا باہمی ربط و تعلق رہتا ہے اسکے ثبوت میں قرآن کی متعدد آیات میں سے چند یہاں پیش کی جاتی ہیں:-

وَكَذَاكَ جَعْلَنَا كُلَّ بَنِي عَدُوٍّ أَشِيطِينَ الْأَنْسُ وَالْجَنُّ يُوحَى بِعِصْمِهِمْ إِلَى بَعْضٍ

زخرف القول غروراً... الخ (الانعام ١٦٢)

حادر ہم نے اسی طرح ہمیشہ شیاطین الانس اور شیاطین الجن کو ہر بھی کام دشمن بنایا ہے۔ وہ  
(شیاطین ادھوگ) زینت کے لئے ایکدوسرے پر ملک کی ہوتی باہم اللہ کرتے رہتے ہیں۔

وَإِنَّ الشَّيْطَنَ لِيُوْحُونَ إِلَى أَوْلَيَّ أَنْهَمْ لِيُعَادِلُوكُمْ... الخ (الانعام ١٣١)

”اور شیاطین اپنے دوستوں پر وحی (الله) کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔“

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ شیاطین جن و انہیں کے مشن کے دشمن ہیں  
اکیونکہ ہنی نوع انسان کو راستہ سے بھینکانا ان دونوں کا مشترکہ مشن ہے اچنانچہ یہ اسکو  
ناکام بنانے کیلئے سرگرم ہیں اور باہم ایک دوسرے سے ربط و تعلق میں پوری طرح جڑے  
ہوتے ہیں، ایک دوسرے پر وحی والقاء کرتے رہتے ہیں۔ یہ انسانی معاملات میں مداخلت  
کی واضح دلیل ہے۔ گزشتہ سطور میں بیش کی گئی آیات اور احادیث کی روشنی میں یہ امر  
 واضح ہو گیا کہ حمد ساحری شیاطین الانس والجن کی کوششوں اور اُنکے باہمی ربط کا نتیجہ  
ہے اور اس معاملہ میں ان کو ایک دوسرے کی معاونت پوری طرح حاصل ہے۔ قرآن  
نے حمر کا اسی انداز میں یعنی شیطانی عمل کی حیثیت سے ذکر کیا ہے، ساتھ ہی اسکے اثر  
بازن اللہ کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھوٹ اور مملت کے اس قانون  
سے یہ نتیجہ اخذ کرنا سراسر حماقت ہوگی کہ شیاطین الجن والانس کو اللہ نے بے پناہ طاقت  
اور لامحدود اختیار دیدے ہیں کہ وہ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں انسان کو نقصان  
پہنچائیں یا اللہ کے کارخانہ قدرت میں مداخلت کریں؛ قرآن و حدیث میں تو ہر جگہ محدود  
چھوٹ و مملت ہی کا ذکر ہے۔

## النسانی معاملات میں شیطانی مداخلت و سوسہ اندازی

اور شکوک و شبہات ڈالنے کی حد تک ہے

شیطانی و سوسہ اندازی ایک تجسساتی عمل ہے اور یہ مختلف انداز میں ہوتی ہے؛  
سو نسیان کی شکل میں، باطل ترجیحات (فتنه و فساد کے لئے اکسائز) کی شکل میں، باطل

کو حق سے ڈالنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرانے کے لئے۔ لیکن یہ سب کچھ تجھنیاتی حد تک ہوتا ہے اور وہ بھی وقتی اور محدود۔ اب ان مختلف پہلوؤں پر کچھ آیات بطور نمونہ ملاحظہ کیجئے:-

### شیطان کا بھلاوے میں ڈالنا

وَمَا يَسِينُكُ الشَّيْطَنُ فَلَا تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّكْرِ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (الإِنْعَامُ ۷۸)

”اگر کبھی شیطان تمیں بھلاوے میں ڈالے تو یاد آنے پر قالم لوگوں کے پاس نہ یعنیو“ صاف ظاہر ہے کہ شیطان بھلا بھی دیتا ہے لیکن آیت واضح کر رہی ہے کہ یہ بھلاوہ عارضی یا جزو قوتی ہوتا ہے۔ بھلاوے میں ڈالنے کے بارے میں مزید آیات ملاحظہ ہوں:-

وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهَا أَذْكُرْ فِي عِنْدِ رِبِّكَ فَأَنْتَهُ الشَّيْطَنُ...الخ (يوسف ۱۳۶)

”اور دونوں میں سے جس شخص کے متعلق (یوسف) کا خیال تھا کہ وہ بھائی پا جائے گا اس سے کہا کہ اپنے آٹا سے سیرا ذکر بھی کرنا، لیکن شیطان نے اسے اپنے آٹا سے ان کا ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف“ کئی سلی قید خانے ہی میں رہے۔

موسى عليه السلام سے انکے بھجع مجرمین کے سفر کے ساتھی (یوشع بن نون) نے ان کو بتایا:-

فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحَوْتَ وَمَا تَسْبِهُ إِلَّا الشَّيْطَنُ إِنَّ ذَكْرَهُ (الْكَهْفَ ۱۳۲)

”اجب ہم نے بھر کے پاس آرام کیا تھا تو) میں پھیلی (وہیں) بھول گیا۔ اور مجھے (آپ سے) اس کا ذکر کرنا شیطان ہی نے بھلا دیا۔“

اللہ تعالیٰ منافقین کے بارے میں فرماتا ہے:-

إِسْتَحْوَذُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَنُ فَأَنْتُهُمْ ذَكْرُ اللَّهِ...الخ (الْمُجَادِلَةُ ۱۹)

”شیطان ان پر مسلط ہو گیا ہے اور ان کے دل سے اللہ کی یاد بھلا دی ہے۔ یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور یاد رکھو کہ شیطان کا لشکر ہی نہ صن اٹھانیو والا ہے۔“

### شیطان کا مخالفت کے لئے اکسانا اور برائیگیتہ کرنا

تکیہ تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے کافروں پر شیطانوں کو چھوڑ رکھا ہے جو انھیں (مخالفت پر خوب خوب آسرا ہے ہیں)۔

## رسول<sup>ؐ</sup> اور نبی<sup>ؐ</sup> کی آرزوں میں وسوسہ اندازی

وَمَا رَسَّلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيًّا إِلَّا أَذَا تَعْنَى الْقَوْمُ الشَّيْطَنَ فِي أَمْبَيْتِهِ... إِنَّ

(الحج ۱۵۲، ۱۵۳)

جاور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی ایسا بھیجا ہے (جسکے ساتھ یہ نہ ہوا ہوا کہ جب بھی اسے تناکی شیطان اسکی تمنا میں خلل انداز (وسوسہ انداز) ہوگی)۔ پھر شیطان جو وسوسہ ڈالتا ہے اللہ اسے دور کر دیتا ہے، پھر اپنی آئتوں کو پختہ کر دیتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ (اور یہ اسلئے ہوتا ہے اتنا کہ شیطان کے ڈالے ہوئے وہ سوسہ کو ان لوگوں کیلئے فتنہ یا آزمائش بنادے جنکے دلوں میں منافقت کاروگ ہے اور جن کے دل (مخالفت حق میں) احت ہیں، بیٹک یہ قائم مخالفت میں بست دور نکل گئے ہیں)۔

ان آیات پر غور کرنے سے شیطان کی وسوسہ اندازی اور معاملات میں مداخلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکی غرض و غایت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ اس آزمائش کے ذریعہ ایمانداروں کا ایمان پختہ تر ہو جائے اور منافقوں کا نفاق کھل کر سامنے آجائے، ایک طرف تو منصوبہ الہی کے تحت شیطانوں کو چھوٹ دی گئی، پھر اس کی حد بندی بھی کر دی گئی اور پھر عارضی و جزو قتی اثر کے بعد وسوسہ اندازی کو بے اثر کر دیا گیا۔ ان آیات کی روشنی میں ہیاطین الانس والجن کو انسانی معاملات میں مداخلت کی چھوٹ اور ان کی کارپردازوں کا جامع نقشہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور ساتھ ہی منصوبہ ربیانی کی عظیم حکمت بھی واضح ہو جاتی ہے اور کسی قسم کے شک و وہب کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

## شیطان کا فساد پھیلانا

أَنَّ الشَّيْطَنَ يَنْزَعُ عَنْهُمْ... بَنِي إِسْرَائِيلَ ۱۵۲

” دراصل شیطان ان کے درمیان فساد ڈلاتا ہے ”  
 موسیٰ علیہ السلام نبوت سے قبل ایک قبیلی کو اُس کے ظلم سے روکتے ہوئے مکا  
 مارتے ہیں، اس کا کام تمام ہو جاتا ہے تو آپؐ اس کو شیطانی عمل قرار دیتے ہیں۔ آیت  
 ملاحظہ ہو:

فَوَكَذَّبَ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَنِ   القصص ۱۵  
 ” تو موسیؐ نے اس کو مکا بارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ تو شیطانی عمل ہے ”  
 یہاں بطور نمودہ مختلف نوع کی شیطانی و سوء اندمازیوں اور انکے اثرات کا اجمالی  
 خاکہ پیش کیا گیا ہے ورنہ انسانی معاملات میں شیطانی مداخلت اور کارپردازی بے شمار  
 قرآنی آیات و احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن شیطان کی ان کارپردازیوں کا بودا ہیں  
 اور وقتی و عارضی اثر بھی جگہ جگہ بیان کر دیا گیا ہے، چنانچہ درج ذیل آیت اس کو  
 صراحةً سے بیان کرتی ہے، فرمایا:

ان كيد الشيطان كان ضعيفا   (النَّاسُ ۷۲)

” فِي الْحَقِيقَةِ شَيْطَانٌ كَيْدُهُ كَبُرٌ ۚ هُوَ قَوِيٌّ ”

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ شیطان کا حربہ بودا اور بکرور ہوتا ہے۔ بلاشبہ  
 سحر و ساحری بھی شیطانی حربہ ہے اور اس کا اثر (باذن اللہ) درج بالا آیات اور روایات کی  
 روشنی میں محض تحریکی یا نفسیاتی ثابت ہوتا ہے اور یہ اثر محض عارضی اور وقتی ہوتا ہے  
 نہ کہ مستقل و دیرپا۔ اس طرح اُن تمام باطل اور گمراہ کن تصورات کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے شیاطین الجن والانسان کو خواہ وہ ساحر ہوں یا کہ ان لا محدود چھوٹ و اختیارات  
 سے نوازدیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو جب اور جس طرح چاہیں تختہ مشق بنائیں!  
 العیاذ باللہ۔

دراصل یہ ان نام نہاد مفسرین ہی کا کارنامہ ہے جنہوں نے موضوع روایات  
 اور من گھڑت اقوال کے سمارے آیات سحر کی تشریع کے بمانے اس مسئلہ کو ایسا  
 انسانوی رنگ دیا ہے کہ کہیں تو سحر کے ذریعہ کوئی ہوا میں اثر رہا ہے اور کہیں انسان  
 کو گدھا اور گدھے کو انسان بنایا جا رہا ہے! ان خرافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک گروہ کثیر تو

باطل عقائد اپنائ کر کفر و شرک کے گھر ہے میں جاگرا تو دوسری طرف پروپریتی و معترضی رجحانات کے حاملین آزاد فکر لوگوں کو موقعہ ملا اور انہوں نے انہی خرافات کو بنیاد بنا کر اپنا مشن پورا کیا، نہ صرف احادیث پر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی بلکہ احادیث سے استقدار برگشۂ کردیا کہ صحیح احادیث کے انکار کا مقصد حاصل کرنے کیلئے آیات قرآنی کی تحریف کا راستہ کھول دیا۔ الحمد للہ، قرآن نے ان باطل نظریات کی بیخ کنی کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ شیطانی حربوں کے اثرات کو محدود اور عارضی ثابت کیا بلکہ ان کے ذکر کرنے کے ساتھ ان کی حکمت بھی بتا دی کہ یہ منافقوں کو چھانٹنے اور مومنوں کے ایمان کو پختہ تر کرنے کا سبب بتتا ہے۔ اللہ کے حقیقی بندے شیطان کی کار پر دازیوں پر چونک اٹھتے ہیں اور شیطانی حربوں سے مدافعت کیلئے احتیاطی تداہیر اختیار کر لیتے ہیں، چنانچہ فرمایا:

أَنَّ الَّذِينَ اتَّقُوا إِذَا سَمِّهُمْ طَالِفٌ مِّنَ الشَّيْطَنِ تَذَكَّرُ وَإِذَا دُمِّرُوا مِبْصُرُونَ الْأَعْرَافُ ۚ ۲۰۱

”فِي التَّقْيِيْتِ جُو لوگ حقیقی ہیں ان کو شیطانی وسوسے سے کوئی بر احتیاط چھو بھی جانا ہے تو وہ چوکے ہو جاتے ہیں۔“

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا منصوبے اور حکمت کی مزید وضاحت ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی کارگزاری کا اثر اللہ کے مخلص بندوں پر مستقل اور دیرپا نہیں ہوتا بلکہ محض عارضی وہنگائی ہی ہوتا ہے اور وہ چونک اٹھتے ہیں اور ہوشیار ہو کر سُبْجَل جاتے ہیں اور آئندہ کیلئے شیطانوں سے مدافعت کیلئے احتیاطی انداز اختیار کر لیتے ہیں۔ الغرض، قرآنی آیات اور احادیث پر ہمیں اس طویل بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی آزمائش کیلئے شیطان کو انسانی معاملات میں مداخلت کی کچھ چھوٹ تو ضرور دی ہے لیکن اس کی کارگزاری محض وسوسہ اندازی تک ہی محدود ہے۔

۲۔ یہ بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ سُحُر و ساحری شیطانی عمل ہے اور اس کا دائرة کار بھی (شیطانی وسوسہ اندازی کی طرح) محض نفسیاتی اور تجسساتی حد تک محدود و مقید ہے۔

۳۔ شیطانی وسوسہ اندازی ہو یا سُحُر و ساحری اور کھانت اس شیطانی عمل کی تائیر اللہ تعالیٰ کے اذن پر ہی منحصر ہے، لہذا نہ تو شیطان کو نافع و ضار قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ساحر و کاہن کو۔

ہ۔ ان شیاطین الجن والانس کو چھوٹ آزمائش و امتحان کے منصوبہ الٰہی کے تحت دی گئی ہے۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مومنوں کے ایمان کو قوی تر کر دیتا ہے اور منافقوں کو چھاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔

ہ۔ قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ شیاطین الجن والانس کا ایک ہی مشن ہے اور لکھا باہمی رابطہ بھی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ تاسید و تعاون بھی۔

ہ۔ شیاطین الجن والانس کی کارپروپریتیاں (وسوسہ اندازی، سحر و ساحری) محدود اور ماتحت الاسباب ہیں، لا محدود اور ما فوق الاسباب ہرگز نہیں، ما فوق الاسباب اور لا محدود تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی کی صفات و اختیارات ہیں، وہ خالق اسباب ہے اور مخلوق حامل اسباب یعنی اسباب کو استعمال کرنے والے اور اسباب کے پابند ہیں اور اسباب کے اندر مقید۔ اسباب کی تاثیر اللہ کے اذن پر منحصر ہے اور اس کی مشیت کے تکلیف ہے اب یہ اور بات ہے کہ مختلف مخلوقات کے اسباب کا دائرہ اور نظام مختلف ہے۔ شیاطین الجن والانس کا نظام فطرت اپنی اپنی جگہ موجود ہے لیکن ہمارے لئے شیاطین الجن کا نظام اسباب غیر حسی اور غیر مرئی ہے۔ اس حقیقت سے صرف نظر کر کے مادہ پرست مفکرین نے فرشتوں اور جنات کے وجود ہی کا انکار کر دیا ہے۔

قرآن و حدیث کے یہ اصول بالکل واضح اور صریح ہیں اور طالب ہدایت کی رہنمائی کیلئے کافی ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی ضد اور ہٹ دھری کی روشن اختیار کرے تو پھر کون اسے گمراہی میں بھکلنے سے روک سکتا ہے؟

اب ان اصولی معروضات کے بعد حتابۃ جدیدہ کی کاوشوں کی طرف آتے ہیں۔ یہ لوگ احمد بن حبل کے دفاع میں ناکامی اور نامراودی کے داغ مٹانے کے لئے اب اپنا سارا زور مسئلہ سحر پر لگائے ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ دوسرا شوہر ہے جو ان کی طرف سے چھوڑا گیا ہے لیکن ان کے انداز و اطوار بتارہ ہے ہیں کہ یہ یہاں پر ہی نہ رکھ گے بلکہ اپنے قائدین کی طرح قرآن و حدیث کے انکار کی انتہا تک پہنچ کر ہی دم لئی گے؛ سحر و ساحری پر اس سے قبل انہوں نے کئی کتابیجے جاری کئے ہیں جن کا آپ لیش بھر پور انداز میں واتقوا اللہ سوئم اور چارم میں کر دیا گیا ہے ان میں سب سے پہلے بشیر

احمد کا کتابچہ "سحر کی حقیقت" میں آیا تھا جس میں موصوف نے مفسرین کے اقوال کی شکل میں جادو اور جادوگری کے بارے میں افسانوں اور گمراہ کن باتوں کو بنیاد بنا کر قرآن میں بیان کردہ سحر اور اسکے اثرات باذن اللہ کا قطعاً انکار کر دیا تھا اور اپنے موقف کو تجھانے کے لئے نہ صرف یہ کہ بخاری و مسلم کی صحیح احادیث کو بے یک جتنیش قلم ضعیف قرار دیا بلکہ آیات قرآنی کے معنوں میں ہمیر پھیر اور گمراہ کن معنوی تحریف سے بھی گریز نہ کیا۔ یہاں پر یہ نشاندہی کرنا ضروری کہ مولوی بشیر احمد کا یہ کتابچہ دراصل فرقہ اہل قرآن (بانی عبد اللہ چکڑالوی) کے ادارے بلاغ القرآن کے شائع کردہ کتابچے "جادو اور قرآن" کا ہی چربہ ہے۔ مولوی موصوف نے تو اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور انکے یہ پیروکار بھی اسی روشن پر گامزن ہیں۔ پھر مولوی بشیر احمد کی طرف سے "تنزیل القرآن فی رد سحر الشیطین" نامی ایک پیغام برقرار رکھا گیا۔ اس کتابچے میں موصوف پوری طرح کھل کر سامنے آتے۔ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہو کر قرآن کی لفظی اور معنوی تحریف کے مرتعکب ہوئے، آیات کی ترتیب کو بدلا، اپنی طرف سے الفاظ ٹھونسے کی کوشش کی۔ آیات کے مختلف اور متنازع معنی بیان کئے، دو فرشتوں ہاروت و ماروت کو فیاطین کا سردار قرار دیا اور اس طرح آیات ربائی کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو "زنادقة" کی فہرست میں شامل کر لیا (العیاذ بالله)۔ ساتھ میں کچھ لوگوں کے اقوال اور حوالہ جات کے ذریعہ اپنی اس صریح گمراہی و سرکشی پر پردہ ڈالنے کی سعی نامراد بھی کی۔ موصوف کی گمراہی و دیدہ دلیری پر مفصل اور مدلل تبصرہ والقوال اللہ سوّم اور چارم میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے (والقوال اللہ سوّم صفحہ ۲۳۰، ۲۴۰، ۲۴۱)۔

اسکے بعد انہی کے ایک ہمنوا بخت زادہ صاحب نے ایک پیغام برقراری کیا جس میں انہوں نے آیات قرآنی کے معاملے میں اپنے پیش رو منکرین قرآن و حدیث کا ہی انداز اختیار کیا۔ لیکن شاید اس کی کمزوریوں سے خالف ہو کر نہایت ہوشیاری سے اس کو دبادیا گیا (اسکی کاپی ہماری فائل میں موجود ہے)۔ بہرنوع، جبکہ یہ منظر عام سے ہٹا دیا گیا ہے تو یہی مناسب ہے کہ ہم اس پر گفتگو سے گریز کریں۔ اب اسکے بعد انکی طرف سے ایک نیا کتابچہ آیا ہے جس کے سروق پر نہایت ہی چالاکی سے کچھ توحید کی پیوند کاری

بلکہ ملعم سازی کی گئی ہے۔ یہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کچھ نیا انداز ہے۔ کسی بوا لمحجی ہے کہ قرآن و حدیث کا نہایت ہی ڈھنائی اور بے باکی سے انکار کرنے والے توحید کا لبادہ اوڑھے نظر آئیں، خالص جھوٹ اور باطل پروپیگنڈے پر اپنی تحریک کو اُستوار کرنا جن کا محبوب مشغله ہو، وہ "خالص توحید" کو اپنے گمراہ کن کتابیکے سرورق بنائیں اور پھر اندر کے صفحے پر اپنے اس شیطانی مشن کو "بدایت" سے تغیر کر کے اس پر اللہ کا شکر ادا کریں!

وَاتَّقُوا اللَّهَ كَمَا سَلَّمَ إِلَيْكُمْ تَمَّاً چار میں برابر ان کی فریب کارانہ روشنگی نشاندہی کر کے ان کا اصل چہرہ ان کو دکھایا جاتا رہا ہے اور ان کو اللہ سے ڈرایا جاتا رہا ہے۔ لیکن بجائے توبہ و اصلاح کرنے کے ہر دفعہ یہ نیا ہبروپ بھر کے آتے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نئی چال چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان پر کیسا صادق آرہا ہے:

يوجى بعضهم الى بعض زخرف القول عرورا (الانعام ١٠٢)

"وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے پر ملک کی ہوتی باہم القاء کرتے ہیں۔"

ان کی تحریریں پڑھنے والا حیران ہوتا ہے کہ کس طرح فریب کاری اور دھوکہ دہی کو انہوں نے اپنی اجتماعیت کا مقصد بنالیا ہے۔ یہ لوگ حقائق کو جھٹلانے اور دروغ گوئی میں سے صرف یہ کہ حد سے گزرتے جا رہے ہیں بلکہ اپنے اس شیطانی عمل میں ایسے جری اور بے باک ہوتے جا رہے ہیں کہ اللہ کی پکڑ سے بالکل ہی بے خوف ہیں، اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:-

"اب یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم گراہی و خلافت کی طرف دوبارہ پلٹ جائیں۔ لوگ

چاہئے ہیں کہ ہم دوبارہ امنترسٹر کے فریب میں آجائیں۔ ” (حرکیاں۔ صفحہ ۱)

ذراغور فرمائے کہ تنظیم کی کتابیں تو فی الحقيقة نہ صرف تعویذ گندے اور  
مشرکانہ جھاڑ پھونک، بلکہ ہر قسم کے شرک کے خلاف شہیر برہنہ ہیں، تو کیا انکی نظر میں  
یہ کتابیں (باخصوص تعویذات اور شرک) "انتر منٹر" اور ٹو نے ٹو نگے و تعویذ گندے کو  
فروع دینے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں، العیاذ باللہ!

بہر حال، یہ تو انکی عیاری اور دردیدہ وہنی کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہی پیش کیا گیا ہے، اب اس کتاب کے مضمون "سحر کیا ہے" کی طرف آتے ہیں، جس کے راقم کا انداز اپنے پیش رو ہی کی تقلید ہے اگرچہ فن کاری اور چالائی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ آیات پر آیات پیش کر کے لوگوں کو مرعوب کرنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن آخر میں پہلے سے تیار کردہ معنی اور مطالب اخذ کروکھائے ہیں۔ اپنے پیش رو مولوی بشیر احمد کی طرح بعض الفاظ کی بار بار تکرار کی ہے مثلاً صاحر مافق الاسباب نافع و خمار ہے" اور "سحر کی تأشیر باذن اللہ ماننا سحر کو برحق مانتا ہے"۔ حالانکہ انکے بے سروپا شوشوں کا مفصل و مدلل جواب واتقوا اللہ سوم صفحہ ۳۰، ۱۵ میں دیدیا گیا تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ثابت اور مدلل عبارات کو پڑھنا اور ان پر غور کرنا انہوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ اس لحاظ سے قرآن و صحیح حدیث پر بنتی دلائل انکے سامنے پیش کرنا بھینس کے آگے بین بجائے کے ہی مترادف ہے، تاہم قارئین کی تفہی اور ذمہ داری کیلئے انکی فریب کاری کا پرده چاک کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اسی لئے یہ تحریر سپرد قلم کی جا رہی ہے ورنہ ہٹ دھرموں اور جاہلوں کے من لگنا اس مقدس مشن کے حاملین کے شایان شان ہرگز نہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس تحریر کا مطالعہ کرتے ہوئے واتقوا اللہ سوم اور چارم کا مطالعہ ضرور کر لیں۔

یہاں بطور معدورت یہ بھی عرض کر دیں کہ درج ذیل سطور میں بعض باتوں کی سحرار ملے گی جو شاید قارئین کے ادبی ذوق پر شاق گزرے، لیکن ربط و سلسل اور مسئلہ کی نوعیت کے لحاظ سے اس بات کو ضروری سمجھا گیا کہ اہم نکات و عبارات کا بار بار حوالہ دینے کی بجائے قارئین کی آسانی کے لئے ان کو بہ لحاظ ضرورت مکرر پیش کر دیا جائے۔ دراصل متکرین کے ان کندھوں کے موثر آپریشن کے لئے ہی یہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ہم نے ادبی ذوق پر مقصد تحریر اور دینی تھانے کو مقدم رکھا ہے۔

موصوف اپنے مضمون "سحر کیا ہے" کی ابتداء توحید کے اشارات اور شرک کے رد سے کرتے ہیں لیکن جلد ہی پیشرا بدل کر افراء پردازی اور مغالطہ آرائی کی روشن اختیار کر لیتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

”مگر افسوس صد افسوس ہے اس امت کے ان افراد پر جو ایک طرف تو یہ یقین رکھتے ہیں کہ کسی نبی، ولی، شہید اور پیر کو مافق الاسباب (بغیر بسب کے) نفع و نقصان دینے کا اختیار نہیں ہے۔ مگر دوسری طرف ایک جادوگر، جس کو یہ لوگ کافر بھی کہتے ہیں، کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ اسے بذات خود یا اللہ کی چھوٹ سے مافق الاسباب (بغیر بسب کے) نفع و نقصان کا اختیار حاصل ہے اور وہ اسی طرح مافق النظرت کام کر سکتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ ”کن“ کر کر کرتا ہے۔“ (صفحہ ۳۶)

غور فرمائیے، کس قدر فنکارانہ مغالطہ آرائی بلکہ دیدہ دلیری سے کام لیا گیا۔ دراصل ان کی تحریک کا پورا مشن ہی باطل پروپیگنڈے، اعتماد طرازی اور افراط پردازی پر مبنی ہے۔ انکی عیارانہ چالبازی اور فریب کاری کا ان سطور میں انشاء اللہ بھرپور آپریشن کیا جائیگا۔

گزشتہ سطور میں شیاطین الجن والانس بشمول ساحر و کاہن کو دی گئی چھوٹ کے تحت ان کی انسانی معاملات میں مداخلت، وسوسا اندمازیاں، سحر کاریاں، خیالات پر (باذن اللہ) اثر اندمازی کو پوری طرح ثابت کر دیا گیا ہے، جو ان کی چالاکی اور فریب کاری کا پرده چاک کرنے کیلئے بہت کافی ہے۔ لیکن آپ کی دلچسپی کیلئے یہ عرض کرتے چلیں کہ اس سے قبل واتقوا اللہ سوئم میں بھی ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس بات کو پوری طرح ثابت کر کے واضح کر دیا تھا:

”الغرض اللہ پر ایمان رکھنے والا زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو نافع و ضار سمجھتا ہے، کسی اور کو نہیں، جو کسی اور کو بھی سمجھے وہ کافر و مشرک ٹھہردا۔ پھر یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں منفعت و مضر کا قانون اسباب کے تحت رکھا ہے لیکن اس طرح کہ کسی کو نفع و نقصان کے لامحدود اسباب و اختیارات عطا نہیں فرمائے اور نہ ہی حاصل اسباب کو نافع و ضار قرار دیا بلکہ سب کو قانون اذن و مشیت کے زیزع رکھا۔“ (واتقوا اللہ سوئم صفحہ ۳۳، ۳۴)

اب ان سطور کو ذہن میں رکھتے ہوئے ذرا ان کی تحریر پر نظر ڈالیں تو ان کے فریب کا پرده چاک ہوتا نظر آئے گا کہ کس طرح بغیر رائی کے پہاڑ بنانے کی کوشش کی

گئی ہے۔ قارئین، اگر واتقوا اللہ سوئم میں سحر کے مضمون میں دئے گئے تفصیلی دلائل کا مطالعہ کر لیا جائے تو انکے سفید جھوٹ اور بے بنیاد پروپیگنڈے کی قلعتی کھل جائے گی۔ حبل اللہ اور واتقوا اللہ میں سحر پر مضمایں ہمارے موقف و نظرے کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ہمارا ان کو کھلا چیلنج ہے کہ ہمارے اس ضمن میں اب تک جتنے مضمایں خلائق ہوئے ہیں اُن میں سے اپنی اس غلط بیانی بلکہ یادہ گوئی کی تاسید میں کوئی ایک ثبوت ہی فراہم کر دیں!

فَإِنْ لَمْ يَقْعُلُوا وَلَنْ يَقْعُلُوا فَاقْتُلُوا النَّارَ الَّتِي وَقَوَدُهَا النَّاسُ وَالصِّحَّارَةُ أَعْدَتْ لِلْكُفَّارِ

(البقرہ ۱۴۳)

لیکن اگر تم نے ایسا شد کیا، اور یقیناً تم ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جسکا ایسہ من بنی گے انسن اور بختر، جو کافروں کے لئے تیار کر رکھی گئی ہے۔

در اصل انکے پاس اب ایک "ما فوق الاسباب" ہی کا حربہ رہ گیا ہے جسکے استعمال کو یہ اپنی اس شیطانی مسم کیلئے ضروری خیال کرتے ہیں کیونکہ اس کے بغیر "سحر کے شوشه" کی بنیاد پر پھیلائے ہوئے مکروہ فریب کے اس جال کے تانے بانے ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔ لہذا ہر حال میں اسکو دانتوں سے پکڑے رہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ جس "فوق الاسباب" حربے کو "ذوبتے کوئنکے کا سمارا" سمجھ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ بے محابہ استعمال کر رہے ہیں، بظاہر موصوف اسکے مفہوم کو بھی پوری طرح نہیں سمجھ پائے ہیں چنانچہ سورہ جن آیت ۲۱ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"اس آیت میں جس لفظ و نقصان کا ذکر ہے وہ فوق الاسباب لفظ و نقصان ہی ہے۔" (صفہ ۲)

گویا کہ ان کے بقول اس آیت کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فوق الاسباب نفع و نقصان کا اختیار تو نہیں تھا البتہ تحت الاسباب اختیار تھا، دوسرے الفاظ میں نبی علیہ السلام فوق الاسباب نافع و ضار نہ تھے لیکن (ان کے عقیدے کے لحاظ سے) تحت الاسباب نافع و ضار تھے!

+ باں عقل و دانش بباید گریست

اب کوئی ان سے پوچھے کہ کیا نبی علیہ السلام کو تحت الاسباب نافع و ضار قرار دینا اللہ کے ساتھ نافع و ضار ہونے کی صفت میں شریک کرنا نہیں؟ کیا یہ توحید میں شرک کی

آمیزش نہیں؟ کیا یہ لوگ اس شرک آمیز توحید کو ہی "وین خالص" سمجھتے ہیں؟ اگر یہ اس شرک آمیز توحید ہی کو "توحید خالص" سمجھتے ہیں تو ان کی توحید عرب کے مشرکین کی توحید ہی کی طرح ہے جو تبلیغ میں "الاشریک ہولک تملکہ و مامتلک" کے الفاظ شامل کر لیتے تھے۔ ان کی شرک آلوہ توحید کی شکل کچھ اس طرح کی بنے گی:

"اللہ کے علاوہ کوئی نافع و ضار نہیں سوائے اسلکے کہ نبیٰ ماتحت الاسباب نافع و ضار ہے" ۱  
یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات، صفات و اختیارات میں ذرا سا شرک بھی گوارا نہیں اور مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے کو جہنم کا عذاب دامی ہے جبکہ توبہ کر کے اصلاح نہ کرے بہر حال، اس تجزے سے جہاں انکی توحید خالص کا پول کھل گیا وہاں انکی قرآن فہمی کا بھی اندازہ ہو گیا۔ اب ذرا اس آیت کے معنی اور مفہوم پر غور کرتے ہیں۔ معمولی سمجھ بو جھ رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ سورہ جن کی درج ذیل آیت میں عموم ہے:

قل ان لاما لکم ضرا ولارشدنا (العن ۱۹)

"کہدو کہ میں تمارے لئے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا" ۲  
صف ظاہر ہے کہ یہاں "ضرا" و "رشد" بطور نکره آئے ہیں جو عموم کے لئے ہوتا ہے، عام کو خاص کرنا آیت کے منشاء کے خلاف ہوگا۔ اب یہ ان منکرین کی فطرت میں داخل ہے کہ کہیں اپنے مقصد کیلئے عام کو خاص کر لیتے ہیں اور کہیں خاص کو عام، جیسا کہ نبیٰ کے واقعہ سحر میں انہوں نے خاص مตالمہ کو عام کیا (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو واتقوا اللہ چارم صفحہ ۶۸-۷۹)۔ یہ آیت تو اس قانون و لکھنے کی تائید کر رہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی ہستی، نبیٰ یا غیر نبی، کسی بھی قسم کے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتی، نہ فوق الاسباب اور نہ ہی تحت الاسباب، نافع و ضار صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ عالم اسباب کا تمام نظام اسی کے اذن و مشیت کے تابع ہے، یہاں تک کہ اس کے اذن و مشیت کے بغیر نہ پڑتا گر سکتا ہے اور نہ ذرہ حرکت کر سکتا ہے۔ سورہ فرقان میں اس قانون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:-

و لا يملكون لانفسهم ضرا ولانفعا و لا يملكون موتا ولا حیة و لانشورا

”اور اللہ کے علاوہ جن ہستیوں کو نگوں نے معبود بنالیا ہے اور خود اپنے نیجی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، موت و حیات پر ان کو قدرت حاصل ہے اور نہ موت کے بعد انہا سکتے ہیں۔“

اسباب کے خالق اور حقیقی مالک و مختار نے محدود دائرے کے اندر مخلوق کو ان کی ضروریات کے لحاظ سے اسباب پر تصرف (یا انکے استعمال کی قدرت) یا اختیار سے نوازا ہے اور اسباب کے اندر تأشیر بھی اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت پر موقوف ہے۔ اسباب کے اختیار کے یہ معنی لینا کہ ماتحت الاسباب نفع و نقصان کا اختیار حاصل ہو گیا، بحث نادافی اور جمالت ہے۔ ذرا غور فرمائیے! اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر کو عقل و دانش سے نوازا اور علم کے ساتھ طب و جراحی کے کچھ اسباب پر قابو بھی عطا فرمادیا لیکن اس کے علاج سے نفع و نقصان کا دار و مدار اللہ کے اذن و مشیت پر مخصر ہے۔ ایک تحریب کار کو کلاشنکوف کے استعمال پر قابو عطا فرمایا لیکن اس کو نافع یا ضار ہونے کا اختیار نہیں مل گیا، گولی کا چلننا یا دف پر لگانا اور اس کا اثر سب کچھ اللہ کے اذن و مشیت پر مخصر ہے۔ اس پر مزید تفصیلی بحث **وَاتَّقُوا اللَّهُ سَوْمَمْ** میں کی گئی ہے اور آخر میں بحث کو سمبنتے ہوئے یہ اصولی بات بھی بیان کر دی گئی تھی:-

”الغرض، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا زندگی کے ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ ہی کو نافع و ضار بکھڑا ہے کسی اور کو نہیں، اور جو کسی اور کو سمجھے وہ کافروں مشرک نہ رہا۔ پھر یہ بھی ایک بدیکی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب میں منحصرہ و مضر کا قانون اسباب کے تحت رکھا ہے لیکن اس طرح کہ کسی کو نفع و نقصان کے لاحدود اسباب عطا نہیں فرمائے اور نہ ہی حائل اسباب کو نافع و ضار قرار دیں بلکہ سب کو قانون اذن و مشیت کے نیکن رکھا۔“

(**وَاتَّقُوا اللَّهُ سَوْمَمْ** صفحہ ۳۳۰، ۳۳۱)

اگر موصوف نے اس مضمون کا بغور مطالعہ کر لیا ہوتا تو ایسی احتمالات بات کر کے اپنی شرک آمیز توحید کا پول نہ کھولتے، لہذا اب انکے لئے ”فلار کی ایک ہی راہ“ ہے کہ اپنے پرویزی اور کائد حلوبی بھائیوں کی طرح انکار حدیث کے میدان میں مرکب عقل دوڑانے کی بجائے ایک سچے اور تخلص طالب علم کی طرح قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں۔ تاکہ رب ذوالجلال والاكرام کی صفات و اختیارات کا صحیح شعور و اور اک حاصل ہو کیونکہ

اسکے بغیر عقیدہ توحید ناقص ہے اور تمام سعی رائیگاں اور خسارے سے بچنا ناممکن؛  
اس اصول کو مزید سمجھنے کے لئے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر غور کرنا ضریب ہوگا۔  
آپ نے نصیحت فرمائی:

- ۱۔ جب بھی سوال کرو، اللہ ہی سے کرو اور جب بھی مدد طلب کرو اللہ ہی سے کرو۔
- ۲۔ جو تے کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔
- ۳۔ نبی علیہ السلام گھر سے نکلتے وقت یہ کلمات ادا کرتے:

بِسْمِ اللَّهِ تُو كُتْتَ عَلَى اللَّهِ لَا حُولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

”اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ ہی پر توکل کیا اور (فعل و نقصان پہنانے والی) کوئی  
ظاقت نہیں سوائے اللہ کے“

صلوة مكتوبہ میں سلام پھیرنے کے بعد آپ کے اذکار میں یہ الفاظ بھی ہوتے:

اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَعْصُلَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالِّجَدُ مِنْكَ الْجَدُ

۱۔ اللہ جس کو تو عطا فرمائے تو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو تو نہ دے تو اسکو کوئی  
اور دے نہیں سکتا اور تیرے مقابلے میں کسی کی بڑائی فتح نہیں دے سکتی“

۵۔ کھانے کے بعد نبی اس طرح دعا فرماتے:

الحمد لله الذي اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين

”سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلم بنیا“

۶۔ قرآن میں ابراھیم علیہ السلام اپنے عقیدے کو بیان فرماتے ہیں:

قال افر، يَتَمَّ مَا كُنْتَ تَعْبُدُونَ ..... يَوْمَ الدِّينِ (الشَّعْرَاءُ، ۱۸۲ تا ۱۸۳)

”کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمہارے اٹھے باب دادا بھی، وہ سب  
میرے دشمن ہیں مگر اللہ رب الحظین اکہ وہ میرا دوست ہے ا، جس نے مجھے ہیدا کیا ہے  
اور وہی مجھے راستہ رکھتا ہے، وہی مجھے رکھتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوں ہوں تو وہی  
مجھے شفائد دیتا ہے، اور وہی مجھے موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا، اور اسی سے میں امید  
رکھا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطا میں درگزر کرے گا“

اسطح قرآن و حدیث سے مطلقاً یہ ثابت ہو گیا کہ نافع و ضار (فوق الاسباب اور تحت الاسباب) صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ غیر اللہ میں تحت الاسباب یا فوق الاسباب نفع و نقصان کا اختیار تصور کرنا اللہ کے اختیار میں شرک ہے، تیزیہ کہ محدود وائرے میں اسباب کو استعمال کرنے والا مالک و مختار ہرگز نہیں ہوتا!

درج بالا گزارشات سے قارئین کو موصوف کی قرآن فہمی اور انکے عقیدہ توحید کے شعور کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ البتہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بے پرکی اڑانے میں مہارت حاصل کرنا ان کا محجوب مشغله بن گیا ہے، چنانچہ ان کی اس کوشش کا نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

”اب غور کا مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو فوق الاسباب نفع و نقصان دینے کا اختیار نہیں دیا تو کسی پیروی یا جاروگر کو یہ اختیار کیے دے دیا، اور ان کو اپنی صفت یعنی فیکون“ میں اپا شریک بنالیا...“ (صفحہ ۱۳)

قارئین، واتقو اللہ میں تفصیلی دلائل پیش کرنے کے بعد اس مضمون کی گزشتہ سطور میں بھی اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے تاکہ اسکے مختلف گوشوں کی پوری طرح وضاحت ہو جائے اور ان منکرین کی فریب کاری کا سد باب کر دیا جائے۔

معمولی عقل و دانش کے ساتھ قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے والا بخوبی واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہیاطین الجن والانس (بیشمول ساحروں کاہن وغیرہ) کو چھوٹ دینے کا ذکر فرمایا تو یہ بھی بتادیا ہے کہ ان کید الشیطون کان ضعیفاً یعنی شیطان کے حربے انتہائی نکزور ہیں، اب اس کے باوجود شیطانی حریلوں کیلئے ”ما فوق الاسباب“ یا ”کن فیکون“، قسم کے الفاظ کا استعمال نہ صرف جبل الشہد و حصہ بلکہ فن کارانہ مخالف آرائی اور فریب کاری کا انداز ہے۔ یہ تو کافروں مشرک فرعون اور قوم فرعون کا بھی عقیدہ نہ تھا؛ ذرا غور فرمائیے کہ فرعون کس زعم کے ساتھ اپنی سلطنت کے ماہر ترین ساحروں کو مقابلے کے لئے جمع کرتا ہے اور بڑے عز و شرف اور انعام و اکرام کے وعدے کے ساتھ ان کو مقابلہ کے لئے میدان میں آتا رہتا ہے۔ لیکن جب ناکاہی کے بعد وہ بجدے میں گرجاتے ہیں اور ایمان لانے کا اعلان کر دیتے ہیں تو فوراً ہی رخ بدلت کر وہ ظالم ان کو مصلوب

کرنے کی دھمکی دے ڈالتا ہے۔ چنانچہ ان سے کہتا ہے کہ "تم میری اجازت کے بغیر ایمان لے آئے ہو میں تمہیں اسکی سزا دوں گا، مختلف سمتوں سے تمہارے ہاتھ اور پیر کاٹوں گا اور سولی پر چڑھاؤں گا۔" ساحر پے دل سے ایمان لا چکے تھے، اسکی دھمکی کی پرواہ کے بغیر جواب دیتے ہیں کہ "تو جو بھی سزا دینا چاہیے وے مگر ہم اپنے رب پر ایمان لا کر اسکی مغفرت کے طلبگار ہیں، اب ہم دین سے پھر نے والے نہیں!"

اس واقعے میں جماں اہل خرد کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں اور سبق بھی، وہاں سحر و ساحری سے متعلق ان باطل و مگراہ کن نظریات اور توهہمات کا رد بھی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو اللہ کے بندے ایمان کے معاملے میں مخلص ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے حوالے نہیں کرتا، اور وہ آزمائش کے مرحلہ میں اپنی جان تک قربان کرنے کو برحنا و رغبت تیار ہو جاتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ساحروں کے پاس اگر کوئی مافوق الامباب قوت ہوتی یا اختیار ہوتا تو وہ مقابلہ سے قبل فرعون کے دربار میں فرعون کی خوشامد نہ کرتے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو ہمیں کیا ملے گا۔ یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ساحروں کے پاس کوئی مافوق الامباب قوت و اختیار ہرگز نہیں۔ اسکے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ فرعون جیسا کافر جو سحر و ساحری پر یقین رکھتا تھا، اسکا بھی عقیدہ صرف اس حد تک تھا کہ ساحروں کی کارگزاری ایک محدود و دائرة کار سے تجاوز نہیں کر سکتی، چنانچہ وہ ساحروں سے ذرا بھی خوفزدہ نہ تھا۔ اور نہ وہ ساحروں کے بارے میں مافوق الامباب اختیار کا کوئی تصور رکھتا تھا ورنہ وہ انکو اس طرح دھمکی دینے کی جرأت تک نہ کرتا۔ تاریخ انسان گواہ ہے کہ ساحر ہمیشہ معاشرے میں ایک پست اور رذیل مقام ہی کے حامل بھیجھے جاتے رہے ہیں اور محدود و دائرة کار کے اندر رہتے ہوئے پیش کی آگ بیخانے کے لئے شیطانی عمل سحر و کہانت کو ذریعہ بناتے رہے ہیں۔ اب ذرا غور فرمائیے کہ ان حقائق اور قرآنی نصوص و کلیات سے صرف نظر کر کے ان فریب کاروں نے اس حربے (مافوق الامباب) کا کیا جگہ، بجگہ بے محل استعمال کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور عجب نہیں کہ یہ اپنے آپ کو اس احتمال کو شش میں کامیاب تصور کرتے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ان پر خوب چسپاں ہو رہا ہے۔

يَخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدِعُونَ إِلَّا أَنفُسُهُمْ وَمَا يَشْرُونَ (البقرة ۱۹)

”وَهُوَ اللَّهُ أَوْ أَيْمَانَدَارُوں کو دھوکہ دیتے ہیں، لیکن وہ کسی اور کو دھوکہ نہیں دے سکے اپنے آپ کے لیکن وہ اسکا شعور نہیں رکھتا۔“

موصوف کی فریب کاری کے مزید نمونے پیش کرنے سے قبل قارئین کی یاد ربانی کے لئے عرض کر دیں کہ گزشتہ سطور میں اس بات کی نشاندہی کی گئی تھی کہ کم طرح نام نہاد مفسرین نے آیات سحر کی تشریح کے بہانے موضوع روایات اور من گھڑت اقوال کا سہارا لے کر اس مسئلے کو ایسا افسانوی رنگ دیا کہ کہیں تو سحر کے ذریعہ انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنادیا اور کہیں کسی کو ہوا میں اڑا دیا وغیرہ۔ ان خرافات کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف تو گروہ کثیر باطل عقائد اپنا کر کفرو شرک کے گڑھے میں جاگرا تو دوسری طرف پرویزی اور معترضی رجحانات کے حامل مادر پدر آزاد فکر لوگوں کو موقعہ پاٹھ آیا اور انہوں نے انہی خرافات کو بنیاد بنا کر اللہ کے دین سے دشمنی کے مشن کو پورا کیا۔ نہ صرف احادیث پر لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی بلکہ احادیث صحیحہ سے لوگوں کو اسقدر الرجک اور برگشتہ کر دیا کہ ان کا انکار کرنے کے لئے آیات قرآنی کی گمراہ کن تحریف کا راستہ کھوں دینا ان کے لئے آسان ہو گیا؛ اب موصوف بھی انہی مفسرین کی خوشہ چینی کرتے ہوئے طبیعی ابلیس کا حق ادا کر رہے ہیں! صفحہ ۳۰۳ پر پہلے تو جلال کے عقائد و نظریات کا ذکر کیا ہے کہ

”وَهُوَ أَپْتَنِي جَادِوٍ يَعْنِي كَلَامَ كَيْ زُورَ سَيْ مَنْفَقَ الْأَسَابِبِ تَنْتَيْ چِيزِيْ بَنَا سَكَانَهُ .....“ (صفحہ ۲۷)

اور یہ کہ

”وَهُوَ أَپْتَنِي جَادِوٍ يَعْنِي كَلَامَ کے زور سے پہلے موجود چیز کو تبدیل کر کے کوئی اور چیز بنادیتا ہے“ (صفحہ ۲۸)

پھر قرآن و حدیث کی رو سے ان نظریات کی تردید بھی کی ہے۔ لیکن انہوں نے یہ کوئی نئی بات نہیں کی۔ ہم کافی عرصہ قبل حمل اللہ میں سحر کے مضمون میں اس بات کو پوری صراحة کے ساتھ واضح کر چکے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ یہ جادو (جسے اللہ تعالیٰ نے سحر عظیم سے تعمیر کیا ہے) آنکھوں

پر کیا گیا تھا جس کے اثر سے اور لوگوں کی طرح موئی علیہ السلام کے خیال میں لاثمیں اور رسیل دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ جادو سے لاثمیں اور رسیل سانپ بن گئیں کیونکہ جادو میں قلب ملایت یعنی کسی چیز کو کچھ اور بنادینے کی طاقت نہیں بلکہ صرف نظر اور خیال کو فسیلاتِ حد تک دھوکہ ہو سکتا ہے.....” (صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ ۲۹)

قارئین کچھ سکتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ دراصل انکو اسکی ضرورت اس لئے پڑی تاکہ کچھ صحیح بات لکھ کر اپنے مذموم مقصد کے لئے کچھ زمین ہموار کریں اور پھر ایک قدم اور آگے بڑھیں اور قرآن کے اصول و فلکیات کو جھٹلانا شروع کر دیں جبکہ قاری عبارت کے تسلسل میں یہی تاثر لیتا ہے کہ یہ قرآن ہی کی بات کی جا رہی ہے۔ تو یہ ہے موصوف کی عیارات چال جوان کے اس کتابچہ کا زریں اور رہنمای اصول ہے۔ بہرنوع، نظر بندی کے مسئلہ کو بیان کرتے ہوئے موصوف رقمطر از ہیں:

”نظر بندی، یہ نظرِ عمد قدیم کی طرح آج بھی سب سے زیادہ مقبول ہے، اور جادو کے قائلین کی اکریت اسی نظریہ کی حامل ہے۔ اس نظریہ کے مطابق نہ نئی چیز بنتی ہے اور نہ خلت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ بلکہ دیکھنے والے کی نظر کو جادو یعنی کلام کے زور سے تبدیل کر دیا جاتا ہے کہ اسے غیر حقیقی چیزیں حقیقی نظر آنے لگتی ہیں۔ یہ نظر بھی خلت میں تبدیلی ہی کی شکل ہے، جو کہ قرآنی تعلیم کے خلاف ہے۔“ (صفہ ۷)

اسی تسلسل میں موصوف آگے فرماتے ہیں:

”اسی نظر بندی کے متعلق ایک اور نظر بھی ہے۔ وہ یہ کہ جادو کے کام کے زور سے انسانی ذہن کو تبدیل کر دینا بہترًا انسانی آنکھ تو بی دیکھیے مگر دلاغ اسے شیر کچھے دغیرہ۔“ (صفہ ۵)

ملاحظہ فرمایا، موصوف نے کس ہوشیاری سے نظر بندی (یعنی نظر کا محور یا حر زدہ ہونا) کو فوق الاسباب بتا کر خلاف قرآن قرار دیدیا؛ اسی مقصد سے گزشتہ پیر اگراف میں زمین ہموار کی گئی تھی۔ دراصل موصوف اور انکے ہمنواؤں کا سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی طرح آیات قرآنی کو اپنے مطلب کے معانی کا لباس پہنا کر قرآن و حدیث میں بیان کردہ حر کے اثرات کو مافقہ الاسباب ثابت کر کے خلاف قرآن قرار دیدیں تاکہ احادیث صحیحہ کا پتہ صاف کر دینے کی سہم میں بزم خوش مزید کامیابی حاصل ہو سکے!

قارئین! ہم ان کے محدثہ حربوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور سلف صالحین کی اتباع کرتے ہوئے قرآن کی تفسیر کے لئے قرآن و حدیث ہی کو کافی سمجھتے ہیں، اور قرآن و حدیث کے مدقائق پیش کئے جانے والے قاضی، بیضاوی، پرویزی، چکڑالوی اور دیگر منکرین و معتزلین کے اقوال کو قابل رد گردانتے ہیں۔ لہذا ہماری نظر میں سحر کا وہی مفہوم درست ہے جس کو قرآن میں "تَلُو الشَّيْطَنِ" کہا گیا اور حدیث میں "گرہ میں پھونک مارنے" والی روایت میں بیان کیا گیا ہے اور اس کو آپؐ نے شرک قرار دیا ہے۔ نیز "سحر کی تائیر مشروط باذن اللہ" کو قرآن و حدیث کے عین مطابق ہی تسلیم کیا جائے گا۔ نہ کم نہ زیادہ۔ اسی موقف کو ہم نے حبل اللہ شمارہ نمبر ۱۱۷ اور والقوال اللہ سو تم و چارم اور اس مضمون کی گز فہ سطور میں واضح دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن و حدیث نے سحر و سحر کاری کو کفر و شرک اور شیطانی عمل قرار دیا ہے لیکن اس کے وقتی، جزوی اور محدود اثرات (باذن اللہ) کا ذکر بھی کیا ہے اور اس سلسلے میں بے شمار قرآنی آیات و متعدد احادیث کو بطور ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں مصری ساحروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

فَلَمَّا أَلْقَوُا السَّعْدَ وَالْأَعْيُنَ النَّاسَ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءَهُمْ بِسَعْدٍ عَظِيمٍ [الاعراف ۱۱۷]

جب ساحروں نے (انچھر) پھینکا (یعنی رسیاں اور لاٹھیں ڈالیں) تو لوگوں کی آنکھوں کو سحر زدہ کر دیا اور انھیں خوفزدہ کر دیا، اور وہ بڑا ہی زبردست جادو لائے۔

فَإِذَا جَاءَهُمْ وَعَصَمُهُمْ يَخْيِلُ إِلَيْهِ مِنْ سَعْدِهِمْ إِنَّهَا تَسْعَى [اطه ۱۷]

"تو یا کیک ان کی رسیاں اور لاٹھیں موسیٰؐ کے خیال میں ان کے سحر کے سبب دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں"

قرآن صاف بتارہا ہے کہ ساحروں نے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور ان کو ڈر دیا۔ سحر کے اثر سے رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں اور لوگوں کو خوف محسوس ہوا۔ موسیٰؐ کے اوپر بھی سحر کا یہ اثر ہوا کہ رسیاں اور لاٹھیاں (جو فی الحقيقة رسیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں، کچھ اور نہ تھیں اور ساکت و جامد ہی تھیں) ان کے خیال میں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں اور آپؐ نے بھی اور لوگوں کی طرح دل میں خوف محسوس

کیا۔ یعنی سحر کے اثر کے تحت آنکھوں نے جو کچھ دیکھا اول نے اس کے اثر کو خوف کے طور پر محسوس کیا۔ یہ تو سیدھا سادھا قرآنی آیات کا مفہوم ہے اب ان آیات کے صحیح مفہوم سے صرف نظر کر کے آیات میں اپنی طرف سے پرویزی لغت کے الفاظ تھوڑنا اور اپنے مطلب کا مشہوم اخذ کرنے کے لئے مرچ و مصالحہ لگانا۔ ملعم سازی کرنا مددانہ انداز ہے جو قابل مذمت و ملامت ہے۔ سحر کے تھیلائی اثر کے سبب سے آنکھوں کا کچھ سے کچھ دیکھنا (یعنی خلاف حقیقت دیکھنا) اصطلاحاً نظر بندی کہلاتا ہے اور قرآن کی درج بالا آیات صراحت کے ساتھ اس کا اثبات کر رہی ہیں۔ قرآن کے الفاظ بالکل صاف اور سادہ انداز میں سحر کے تھیلائی یا نفسیاتی اثر کو بیان کر رہے ہیں اور کسی بھی لفظ سے قلب ماہیت (حقیقت) کا بدلنا یا خلقت میں تبدیلی کا ذرا سا اشارہ تک نہیں ملا۔ آیات کے الفاظ پر غور کرنے سے حقیقت حال واضح ہو سکتی ہے۔ آیات صاف بتارہی ہیں کہ سحر کے عارضی تھیلائی اثر کی وجہ سے آنکھوں کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ خلاف حقیقت چیز دیکھتی ہیں۔ اس طرح یہ چیز جو اصطلاحاً نظر بندی کہلاتی ہے قرآن سے ثابت ہے اور اس میں ذرا بھی شک و ابہام کی گنجائش نہیں۔ موصوف بغیر کسی دلیل کے اس کو خلاف قرآن تکمیر دراصل حقیقت کو تھٹھلارہے ہیں اور قرآنی آیات اور حکمت ربانی کا مذاق اڑاکر اپنے آپ کو زندیق ملا جاؤ میں شامل کر رہے ہیں۔ قرآن و صحیح احادیث میں بیان کردہ واقعہ سحر ہیں نہ تو کسی تطبیقی قوت کا مظاہرہ ہے اور نہ ہی خلقت کی تبدیلی کا کوئی ذکر، بلکہ تھفہ و فتنی و نفسیاتی اثر بتایا گیا ہے جس میں حقیقت جوں کی توں رہتی ہے اور نظر کو تھفہ دھوکہ ہوتا ہے، تو پھر اس کی تردید کے لئے قرآن کی آیت لا تبدل لخلق اللہ (یعنی اللہ کی خلقت کو بدلا نہیں جاسکتا) کا استعمال قطعاً بے محل ہے۔ کیا یہ محض آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش نہیں؟ دراصل جھوٹ کوئی اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لئے یہ انداز اختیار کرنا اور یہ حرہ استعمال کرنا ان کی مجبوری ہے۔ اس سے قبل ان کے پیش رو بھی یہی طرزِ استدلال اپناتے رہے ہیں یعنی صحیح موقف کو رد کرنے کے لئے آیات قرآنی کا بے محل استعمال بار بار کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کی حماقت آمنز فریب کاریوں کا بھرپور آپریشن والقوا اللہ سوئم اور چارم میں کر دیا گیا ہے، قارئین ملاحظ کر سکتے ہیں۔

جھوٹ اور فریب پر مبنی اس تحریر کو پرکشش بنانے کے سرخیاں تو بڑی بڑی جملائی گئی ہیں لیکن فی الحقیقت موصوف کی یہ تحریر تضاد بیانی کا بری طرح شکار ہے۔ ایک طرف تو قرآن و حدیث میں بیان کردہ سحر کے تخلیلاتی یا نفسیاتی اثر کا صراحتاً انکار کرتے ہوئے اسے خلاف قرآن قرار دے رہے ہیں تو دوسری طرف سحر کے نفسیاتی اثر کی تائید کرتے ہوئے تمام حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں، ملاحظہ ہو:-

”جادو کا نفسیاتی اثر یہ ہے کہ کسی جادو کے قابل شخص سے کہدیا کہ میں تم پر عمل کر رہا ہوں، یعنی جادو کا کلام پڑھ رہا ہوں، تو اس غلط عقیدے کے حامل شخص کا دماغ خوف سے ماوف ہو جائے گا، جس کا اثر اس کے حواسِ خُس پر بھی پڑے گا، تو اس وقت وہ حامل اس شخص کے ساتھ جو چاہے گا کرے گا اور جو چاہے گا اسے دکھائے گا، اور اس کی آنکھیں غیر حقیقی چیز دیکھنے لگیں گی۔“ (صفوہ)

موصوف نے تو یہ دوسرا کارنامہ انجام دے دیا (ان کا پہلا کارنامہ نبی ﷺ کو ماتحت الاباب خافع و ضار بنادینا تھا)، اور سحرکاری کے عامل کو لا محدود اختیارات سے نواز دیا کہ وہ غلط عقیدے کے حامل شخص سے صرف یہ لکھ کر "میں تم پر عمل کر رہا ہوں یعنی جادو کا کلام پڑھ رہا ہوں" اس کا دماغ ماوف کر کے اس کے حواسِ خُس پر اثر انداز ہو جائے اور پھر "اس کے ساتھ جو چاہے کرنے اور جو چاہے دکھانے" پر قادر ہو جائے، موصوف نے سحر کی نفسیاتی تاثیر کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ عامل سحر کو لا محدود اختیارات دیدیے کہ وہ خراب عقیدے والے شخص کے ساتھ "جو چاہے کرے..." موصوف نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ کہہ کیا رہے ہیں۔ آج تو انسانوں کی اکثریت غلط عقیدے کے حاملین پر مشتمل ہے اور ذرائع ابلاغ بھی خاصے موثر ہیں۔ خراب عقیدہ لوگوں تک یہ پیغام پہنچا کر کہ "ہم تم پر عمل کر رہے ہیں"، ان کے دماغ کو ماوف کر کے، ان کے حواسِ خُس پر اثر انداز ہو کر ان سے بڑے بڑے سیاسی و اقتصادی مقاصد حاصل کئے جاسکتے ہیں، کیا موصوف اس سے اتفاق کریں گے؟ شاید موصوف کا اختراع کر دہ جادو نو نے کا یہ نفسیاتی حربہ آج کے تجزیب کاروں اور سیاست دانوں کے علم میں نہیں ورنہ کلاشنکوف کلپر اور نیو کلپر میکنالوجی کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔" سحر کے نفسیاتی حربے

کے ساتھ کوئی ساحر کسی بنک میں گھس جاتا اور اس کے اہل کاروں کے دماغ ماؤف کر کے "جو چاہتا ان کے ساتھ کرتا" اور "بنک لوٹ کر رفوچکر ہو جاتا" ، یا کسی حکمران کے پاس جاتا اور اس کے اہل کاروں کے دماغ ماؤف کر کے مند اقتدار پر قابض ہو جاتا۔ شاید یہ ان کے نظریے کے لحاظ سے ممکن ہو؛ نعوذ بالله من تلک المزراقات؛ اللہ سمجھ کی توفیق دے۔

اب قارئین ذرا ان کے عقائد و نظریات کا قرآنی موقف سے تقابل کریں جس میں سحر کے محدود، جزو قتی اور تحیلیاتی اثر کا جواللہ کے اذن و مشیت کے تابع ہے، اثبات کیا گیا ہے جبکہ ان کے تجویز کردہ طریقہ کار میں لا محدود اثرات کا دعویٰ کیا جائز ہے۔ قارئین، ان کے اس کتابچے نے تو یہ ثابت کروکھایا ہے کہ ان کا عقیدہ توحید بری طرح شرک سے آلوہہ ہے۔ موصوف اور جادوٹونے کے شائین کے عقائد میں چھوڑا ہی فرق ہے، یعنی بس طریقہ کار اور میکانزم کا فرق۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک مانتے ہو اور پھر نبیؐ کو ماتحت الاسباب نافع و ضار قرار دیتے ہو اور اپنے ڈیزاں کردہ "نفسیاتی جادوگر" کو "جو چاہے کرنے اور جو چاہے دکھانے" کا مطلق اختیار دے کر اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہو یا اللہ پر افتراضی ادازی کرتے ہو کہ اللہ نے ان کو یہ چھوٹ دیدی ہے؟ معاذ اللہ، نعوذ بالله من تلک المزراقات، البتہ صحیح احادیث کا انکار کرنے کی خاطر یہ "فوق الاسباب" کا شوشه چھوڑا گیا ہے وہ بھی بغیر سوچے سمجھے۔ پھر آگے فرماتے ہیں:-

"مگر ایک صحیح الداع اور صحیح العقیدہ شخص پر کسی جادوٹونے کا کوئی اثر نہیں ہوگا، کیونکہ نہ

اے کسی قسم کا خوف لاحق ہوگا اور نہ اس کا دماغ باؤف ہوگا۔" (صفحہ ۵)

غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن و حدیث سے بے نیاز ہو کر کیسے حتیٰ اندماز میں خود ساختہ اصول اور نفسیاتی سحر کے موثر یا غیر موثر ہونے کے اختراء کردہ شرائط پر اعتماد اندماز میں بیان کئے جا رہے ہیں گویا ۶۔ "مستند ہے میرا فرمایا ہوا"

اب موصوف اپنے باطل موقف کی تائید و تقویت کے لئے لغت کی طرف "نظر عنایت" فرماتے ہیں بلکہ اپنے استاد علامہ پرویز کی طرح لغت کی مٹی پلید کرتے نظر آتے ہیں اور اس کیلئے جواز پیش کرتے ہیں کہ

"حرکی حقیقت اس وقت تک کچھ میں نہیں آسکتی جبکہ حرکے معنی نہ معلوم ہو جائیں"

(صفحہ ۶)

پھر علامہ صاحب حرکے معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"عربی لغت میں حرکے معنی ہیں جھوٹ، دھوکہ، فراڈ وغیرہ" (صفحہ ۶)

اس سے ان کے ذوق ادب اور فہم لغت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد موصوف نے الفاظ کو پرویزی معنی اور مفہوم کا جامہ پہننا کر باطل اسم میں کامیابی کی کوشش میں دو میں صفحہ سیاہ کر ڈالے ہیں۔ اس پوری لائعنی بحث میں علمی اصول اور دلائل کا تو یکسر فہدان ہے جیسا کہ ان کے پورے کتبچے میں ہے، البتہ الفاظ کو اپنے مطلب کے معانی پہنانے کے لئے منکرین کے انداز میں احتمالہ فریب کاری کے کرتے خوب دکھاتے گے ہیں اور ستم ظریفی تو یہ ہے کہ آیات قرآنی کو بھی معنوی تحریف کے ساتھ منکرین کے انداز میں اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ قارئین، اس مسئلہ پر مزید گفتگو کرنے سے قبل یہ عرض کر دینا مناسب ہو گا کہ موصوف حرکے اصل معنی چھپا گئے ہیں کیونکہ اس طرح تو ان کے استدلال کی بے بضاعتی عیاں ہو جاتی۔ موصوف نے حرکے معنی کے طور پر جو تین الفاظ پیش کئے ہیں، عربی میں ان کے لئے دوسرے ہی الفاظ ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

"جھوٹ" کے لئے قرآن میں کذب، باطل، افک اور زور وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں اور مستند لغات دیکھ لیجئے، ان الفاظ کے اصل اور بنیادی معنی "جھوٹ" ہی میں گے۔ یہ چیز بھی معروف و معلوم ہے کہ "کذب" لفظ "صدق" کی ضد ہے اور صدق کے معنی حق کے ہیں۔ اسی طرح لفظ "باطل" "حق" کی ضد ہے اور حق کے معنی سچائی کے ہیں۔ کچی گواہی کے لئے شہادت حق اور جھوٹی گواہی کے لئے شہادت زور کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

دوسرा لفظ "دھوکہ" ہے جسکے لئے قرآن میں خدع اور غر وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں اور مستند لغات میں خدع اور غر کے اصل معنی دھوکہ ہی میں گے۔ یاد رہے کہ دھوکے باز کے طور پر شیطان کے لئے "غدر" کا لفظ قرآن میں آیا ہے۔

ہب موصوف کا پیش کردہ تیرہ لفظ "فراؤ" تو ایک اسکول کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ اردو کا لفظ ہے ہی نہیں بلکہ انگریزی کا لفظ FRAUD ہے جس کے معنی "دھوکہ" ہیں جس کا عربی بدلت خدع یا اغز ہے نہ کہ سحر۔

قارئین! غور فرمائیے، یہ ہے موصوف کی لغت فہمی کا عالم؛ درج بالاسطور سے یہ بات واضح ہو جانا چاہیے کہ "جھوٹ اور دھوکہ" نہ تو سحر کے اصل لغوی معنی ہیں اور نہ ہی "مترادفات" میں شمار ہوتے ہیں البتہ عمل سحر کے نتیجے میں بسا اوقات لوگوں کی نظر کو دھوکہ ہوتا ہے اور نگاہ کچھ کا کچھ یعنی حقیقت کے خلاف دیکھتی ہے۔ دراصل یہی سحر کی حقیقت ہے جس کو موصوف نے عمدًا چھپایا ہے۔ الغرض، "دھوکہ" سحر کا عملی مظاہر یا سحر کی حقیقت ہے نہ کہ سحر کے اصل معنی، اسی لئے "دھوکہ" کیلئے عربی لغت میں سحر نہیں بلکہ دوسرے الفاظ آتے ہیں جو گزشتہ سطور میں بیان کئے گئے ہیں۔

اب ہم سحر کے لغوی معنی بیان کرتے ہیں تاکہ موصوف کے کتمان اور فریب کاری کی قلعئی کھل جائے۔ لسان العرب میں پوری تفصیل سے "سحر" کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ طوالت سے گریز کرتے ہوئے یہاں زیر نظر بحث سے متعلق حصے پر اکتفا کیا جائے گا۔

"السحر عمل تقرب فيه إلى الشيطان وبمعونة منه ، كل ذلك الأمر كينونه للسحر و من السحر لا خدمة التي تأخذ العين حتى يظن ان الامر كما يرى و ليس الاصل على ما يرى ، والسحر ، الاخذة و كل ما لطف ماخذة و دق فهو سحر ..... و اصل السحر صرف الشئ عن حقيقته الى غيره فكان الساحر لما ادى الباطل في صورة الحق و خيل الشئ ، على غير حقيقة ، قد سحر الشئ ، عن وجهه اى صرفة" . (السان العرب ، جلد ۲ ، صفحہ ۲۲۸)

"سحر ایسا عمل ہے جس میں شیطان سے تقرب اور اسکی مدد نہ ہو۔ ایسا ہر کام سحر میں شامل ہے۔ اور متر بھی سحر ہی میں سے ہے جو نظر بندی کر دے یہاں تک کہ گمان ہونے لگے کہ جو نظر آ رہا ہے وہی امر واقعہ ہے حالانکہ جو نظر آ رہا ہوتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا۔ اور متر بھی سحر ہی ہے، اور ہر وہ چیز جس کا مأخذ لطیف اور باریک ہو سحر ہے..... دراصل کسی چیز

کو اسکی اصل سے غیر اصل کی طرف پھیر دینا (یعنی اصل کے علاوہ اور شکل میں دکھاد دینا) ححر  
ہے۔ جب ساحر باطل کو حق کی صورت میں دکھانے اور اشیاء کو اصل کے بر عکس خیالات  
میں پیش کر دے۔ تو یہی اشیاء پر ححر کرنا یعنی پھیر دینا ہوا۔

اس بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ححر ایسا عمل ہے جس سے نظر کو حقیقت  
سے بٹاکر غیر حقیقت کی طرف پھیر دیا جاتا ہے اور اس کے سبب سے غیر حقیقی چیزیں  
حقیقی محسوس ہوتی ہیں۔ جیسے کہ مصری جادوگروں کی رسیاں اور لامھیاں موسیٰ علیہ السلام  
کو دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں (حالانکہ وہ دوڑنیں رہی تھیں)۔ یہ دھوکہ تھا جو نظر کو ہوا  
اور اسی لحاظ سے ححر کو دھوکہ کہا جاتا ہے۔ ححر کی وجہ سے جو کچھ نظر آتا یا محسوس ہوتا ہے  
وہ نہ توجہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسکی کوئی حقیقت ہوتی ہے، بلکہ وہ جھوٹ جھوٹ اور دھوکہ  
ہی ہوتا ہے۔ اس پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں کیونکہ ححر بہر حال شیطانی عمل ہے اور  
شیطان کی تمام تر کارستانی جھوٹ و فریب پر ہی مبنی ہوتی ہے۔ مستند لغات دیکھ لیجئے، ححر  
کے معنی جھوٹ نہیں ملیں گے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، ححر کو نوعیت عمل یا مفہوم  
کے اعتبار سے جھوٹ یا دھوکہ کہا جاتا ہے نہ کہ معنی کے اعتبار سے، بالکل اسی طرح  
جیسے کہ سخاوت کو کار خیر یا عمل صالح کہا جاتا ہے اور فعل زنا کو بد کاری یا برا فعل کہا  
جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اصل معنی کے اعتبار سے نہیں بلکہ مفہوم اور نوعیت فعل ہی  
کے اعتبار سے ہے۔

اس مختصر بحث سے موصوف کی لفظ فرمی، مطبع سازی اور فریب کاری کی قلعتی  
کھل گئی کہ کس طرح انہوں نے اصل معنی کو چھپا کر اس فعل کی نوعیت و حقیقت ہی کو  
معنی کا لباس پہنادیا ہے۔ اب ان کے طرز استدلال پر بھی ذرا ایک نظر ڈال لی جائے۔

ان پر ویزی فکر کے حاملین کے طرز استدلال میں ایک بنیادی نکتہ کار فرما نظر آتا  
ہے۔ یہ لوگ قرآن اور احادیث کے نصوص و کلمات سے اپنے آپ کو بنے نیاز و مستثنی  
سمجھتے ہیں۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے آیات قرآنی پیش تو ضرور کرتے ہیں لیکن اس  
کا ترجمہ و تشریح عربی لغات اور علمی اصولوں سے بنے نیاز ہو کر اپنے مخصوص انداز میں  
کرتے ہیں اور کہیں بڑی ہوشیاری سے اپنے مخصوص ترجمہ کی تائید و مدافعت میں

خود ساختہ جواز بھی پیش کر دیتے ہیں، پھر آخر میں اپنے موقف کے مطابق تیار کردہ نتیجہ اخذ کر کے دعویٰ کر دیتے ہیں: "... اس آیت سے یہ ثابت ہوا ..... " حالانکہ یہ نتیجہ آیت سے اخذ نہیں کیا جاتا بلکہ آیت کی معنوی تحریف اور خود ساختہ تشریح سے برآمد کیا جاتا ہے اور قاری کو دھوکہ دیا جاتا ہے کہ یہ موقف قرآن سے ثابت کیا گیا ہے۔ موصوف کا یہ کتابچے اسی طرز استدلال سے بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر اس بات کو پیش نظر رکھ کر ان کے کتابچے کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی چالاکی کھل کر سامنے آجائے گی۔ یہاں موصوف نے جو سحر کے معنی جھوٹ بیان کئے ہیں اس کے لئے لغت کا حوالہ دینا ضروری نہیں سمجھا، البتہ سورہ حود کی یہ آیت بطور ثبوت پیش کی ہے:

وَلَنْ فَلْتَ أَنْكُمْ مِّعْوَثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لِيَقُولُنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا

سُحْرٌ مِّنْ أَهْوَاءِنَا

"اور اگر تم ان سے کھو کر اے لوگو، اتم مرنے کے بعد دوبارہ انھیے چھو گے تو یہ کافر یعنیا  
مجھیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔"

موصوف نے اس آیت کے ترجیح میں "سحر میں" کا ترجمہ "صریح جھوٹ" کیا ہے  
اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس آیت میں کفار زندگی بعد موت یعنی آخرت کو جھوٹ قرار دے رہے ہیں۔" (صفحہ ۱)  
اب ان کے فریب کارانہ طرز استدلال کی مصلحتہ خیزی پر غور کرنے سے قبل یہ  
 واضح کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ موصوف نے اس ترجیح میں پروپری اور عبد اللہ  
چکڑالوی کے ترجیح کو ہی اختیار کیا ہے (ظاہر ہو پروپری، "لغات القرآن" صفحہ ۵۵۵)۔  
عبد اللہ چکڑالوی: "جادو اور قرآن" صفحہ ۶۔ موصوف اپنے مطلب کے ترجیح کی بنیاد پر  
تشریح کرنے کے بعد نتیجہ برآمد کر دکھاتے ہیں۔

"تو اس آیت سے سحر کے معنی جھوٹ معلوم ہوئے" (صفحہ ۱)

ایک معمولی سوچہ بوجہ والا بھی یہی لکھے گا کہ یہ معنی آیت سے نہیں بلکہ منکرانہ  
تشریح سے برآمد ہوئے ہیں۔ یعنی موصوف نے معنی اور تشریح اپنے مطلب کے بیان  
کر کے اس کو اپنے موقف کا ثبوت قرار دے ڈالا ہے بالفاظ دیگر ان کا قول ہی ان کے

موقف کا ثبوت ہے۔ پھر حماقت ملاحظہ کیجئے، فرماتے ہیں:-

"اب دیکھیں اس آیت میں کسی فوق الفطرت واقعہ یا مجرہ کے ظہور میں آنے کا ذکر نہیں ہے کہ چہے کفار نے جادو کا کر شہ سمجھا ہو اور اسے سحر کیا ہو۔" (اصفہ، ۱)

یہ عبارت گواہی دے رہی ہے کہ موصوف "مرنے کے بعد جی انھنے" کو فوق الفطرت مانے کو تیار نہیں گویا کہ انکی نظر میں یہ ایک معمولی ماتحت الاسباب کام ہے! یہ تو وحدت الوجود یوں والا انداز فکر معلوم ہوتا ہے، اللہ انھیں بوش دے۔ ایک مومن کی نظر میں مرنے کے بعد جی انھنا بلاشبہ ایک اصل حقیقت ہے اور قدرت ربی کا ایک عظیم مافق الاسباب کارنامہ، اور جو بھی اسے مافق الاسباب نہ مانے تو وہ ملحد اور بہت بڑا احمد ہے؛ قرآن پڑھنے والا جانتا ہے کہ کفار نے ہر دور میں مجرمات کو "سحر مبین" کہا ہے اور وہ قرآن کو بھی اس کی مجرمانہ تائیر کی وجہ سے سحر کہا کرتے تھے، اس بات کو قرآن میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے لیکن مسلمہ حلقہ کو انتہائی غیر سنجیدگی کے ساتھ جھٹکا دینا ان پروپری منکرین کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے چنانچہ موصوف درج بالا آیت کے ترجیح کے حوالہ سے تبصرہ فرماتے ہیں کہ:-

".... مگر اسکے بوجود ہمارے مترجم حضرات نے یہاں بھی سحر کے معنی جادو یا جادو گری ہی کئے ہیں۔" (اصفہ، ۱)

موصوف کو معلوم ہو کہ مترجمین نے یہ ترجیح صحیح کئے ہیں کیونکہ قرآن و حدیث اور تمام مستند لغات میں بھی معنی لئے گئے ہیں اور اسکے معنی جھوٹ کے تو ہی نہیں، اسی وجہ سے قرآن کے مترجمین نے اس کے معنی جھوٹ نہیں لئے۔ اس کے لئے مشور و متداوی ترجم دیکھئے جاسکتے ہیں کہیں مذکورہ آیت کا وہ ترجمہ نہیں ملے گا جو موصوف نے کیا ہے سوائے منکرین قرآن و حدیث کے، چنانچہ اس دور کے مشور منکر قرآن و حدیث غلام احمد پرونیہ نے اپنی "لغات القرآن" میں اس کے بھی معنی لئے ہیں جو موصوف نے پیش کئے ہیں اس لئے گمان غالب تو یہی ہے کہ موصوف نے اپنے مرشد کی لغات القرآن سے ہی استفادہ کیا ہے۔

اسکے بعد سحر کے معنی دھوکہ ثابت کرنے کیلئے سورہ الاعراف کی آیت ۱۳۲ کے

ساتھ موصوف نے وہی کھیل کھیلا ہے جس کی نشاندہی اوپر کی سطور میں کی گئی ہے۔ یعنی اپنے موقف کے مطابق ترجمہ و تشریح کے ذریعے اپنے باطل موقف کی تائید میں نتیجہ برآمد کر لیا، چنانچہ فرماتے ہیں:-

”تو اس آیت سے ہر کے معنی ”دھوکہ دینا“ معلوم ہوئے“ (صفہ)

اب قارئین خود ہی آیت کے معنی پر غور کر لیں:

وَقَالُوا مِهْمَا تَابَهُ مِنْ أَيَّهَا تَسْحِرْنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُوْمِنِينَ الاعراف ۱۷۲

”انہوں نے (موی) سے (کہا کہ تو ہمیں مسحور کرنے کے لئے خواہ کوئی بھی نشانی لے آئے،

ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں“

اوپر عرض کیا گیا تھا کہ کفار ہمیشہ ہی مجذبات کو سحر کھتے رہے چنانچہ یہاں بھی موی علیہ السلام کے مجذبات کو سحر نے تغیر کیا گیا ہے لیکن موصوف قرآن و حدیث اور تمام حکیمات سے صرف نظر کرتے ہوئے سابقہ روشن کے مطابق قرآنی آیات کو پرویزی لغات کا لباس پہناتے ہیں اور ”تسحرنا“ کا ترجمہ (مسحور کرنا کے بجائے) ”دھوکہ“ سے ”قابل کرننا“ کرتے ہیں۔ آنکھ والا دمکھ سکتا ہے کہ اس آیت میں تو ”دھوکہ“ یا ”قابل کرنے کے“ لئے کوئی لفظ نہیں، یہ تو موصوف کے پسندیدہ ”پرویزی نوادرات“ ہیں اور یہ قرآن کی آیات میں اپنے الفاظ ٹھونسنے کا مددانہ انداز ہے جو یقیناً قابل مذمت ہے۔ مشور اور متداول تراجم میں اس آیت میں لفظ ”تسحرنا“ کا ترجمہ دھوکہ دھوکہ نہیں بلکہ جادو کیا گیا ہے جو ہر لحاظ سے درست ہے۔ موصوف خواہ مخواہ مترجمین پر بڑھم ہیں کہ انہوں نے ”تسحرنا“ کا ترجمہ ”مسحور کرنا“ کیوں کیا اور انکی پسند کا ”دھوکہ“ والا ترجمہ کیوں نہ کیا؛ چنانچہ اپنی ناراضگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

”مگر اس آیت کا ترجمہ بھی ہمارے مترجموں نے یوں کیا ہے کہ ”تو ہمیں مسحور کرنے کے لئے خواہ کوئی نشانی لے آئے“ یا ہم پر... حالانکہ کوئی بھی نشانی یا کرشمہ دمکھنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جادو کرنے کے لئے“ (صفہ)

لیکن موصوف کے فکر و شعور کی سنجیدگی و گمراہی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو بات خود کھتے ہیں چند سطور کے بعد اسکی تردید بھی فرمادیتے ہیں، اسکی

ایک مثال ملاحظہ ہو :-

” ان آیات میں فوق الفطرت و افعال کو قوم فرعون جادو کا کر شہر قہوہ کے رہنے ہے ... ”

(صفحہ ۱۸)

پھر اسی طرح صفحہ ۱۸ پر فرماتے ہیں کہ :

” فرعون کی قوم کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ یقیناً یہ شخص ہلاکت ہو گئے ہے ... ”

اب کوئی ان سے پوچھئے کہ جب آپنے اس آیت میں سحر کے معنی جلسو یا ” جادو کا کر شہر ” خود ہی لے لئے تو پھر مترجمین پر کیوں بربم ہیں کہ انہوں نے سحر کا ترجمہ ” جادو ” کر دیا ؟ اسی طرح کتابچے کے صفحہ ۱۸ پر سورہ بقرہ کی آیت ولکن الشیطین کفر و ایعلمون الناس السحر کا ترجمہ لکھا ہے :

” لیکن شیاطین نے کفر کیا اور وہ لوگوں کو سحر (یعنی تعویذات اور عملیات اور غیرہ) سکھانے تھے ”

(صفحہ ۱۸)

غور فرمائیئے کہ یہاں بھی موصوف نے سحر کا ترجمہ ” جھوٹ یا دھوکہ ” کرنے کی بجائے تعویذات اور عملیات فرمایا ہے । کتابچے کے صفحہ ۱۲ پر موصوف گویر اقتضائی فرماتے ہیں کہ :

” اگرچہ سحر لفظ قرآن میں زیادہ تر جھوٹ کے معنوں میں بولا گیا ہے ۔ مگر چند مخلوقات پر یہ جادو کے معنوں میں بھی بولا گیا ہے ... ” (صفحہ ۱۸)

قارئین غور فرمائیں کہ موصوف اور ان کے ہمنوا نصوص قرآن اور لفاظات کے اصول و ضوابط سے بے نیاز ہیں ، ان کا معیار تو بس یہ ہے کہ اللہ کے جو معنی ان کے موقف سے ہم آہنگ ہوں وہی لئے جائیں گے ۔ خواہ وہ اصول لغت اور سیلیق و سلائق سے متصادم ہی کیوں نہ ہوں ؟ سورہ اعراف و طہ میں اگر یہ سحر کے صحیح معنی لئے لیں گے تو انکار حدیث کے باطل موقف کی ساری عمارت ڈھے جائے گی ۔ اس لئے ہم ایسی چوتھی کا زور لگا کر سحر کے معنی ” دھوکہ ” اور ” جھوٹ ” ثابت کرنے پر ملتے ہوئے ہیں لیکن جیسا ان کے باطل موقف کو خطرہ نہ ہو تو وہاں اس کے معنی جادو لیتے ہیں کوئی متناقض نہیں سمجھتے !

تو یہ ہے موصوف کے علم و آگئی، عقل و دانش، اصول پرستی اور علمی ضابطہ اخلاق کا معیار؛ دراصل اصول اور قواعد وضوابط سے مخفف لوگوں کی تحریر میں ایسی ہی تضاد بیانی کا شکار ہوا کرتی ہیں۔ اس سے قبل موصوف کے استاد مولوی بشیر احمد کی تضاد بیانی کے نمونے بھی والقواللہ میں پیش کئے جاچکے ہیں (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو والقواللہ سو تتم صفحہ ۳۰۰، ۳۱۰)

موصوف کی مغالطہ آرائی کا پروڈ چاک کرنے کے لئے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ ابتدیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ مَا مُؤْمِنٌ مِّنَ اللَّهِ ہوتے ہیں۔ ان کو مجذبے نبوت کی نشانی یا دعوت حق کے بین بثوت کے طور پر عطا کئے جاتے ہیں یا انکی قوم کے مطالبے پر، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ مجذبات ایمان لانے والوں کے ایمان کی تقویت کا سبب بھی بنتے ہیں، جب کہ مدعا تین دو میں سے ایک راستہ اختیار کرتے ہیں، یا تو مجذبات کے ماقول الفطرت مظاہرات کو دیکھ کر نبیؐ کی رسالت پر ایمان لے آتے اور دعوت حق کو قبول کر لیتے ہیں یا انکار حق کی روشن اپناتے ہوئے وہ مجذبات کو ساحری قرار دے کر جھٹکا دیتے ہیں۔ سورہ اعراف آیت ۱۳۲ میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے۔ دراصل احادیث صحیحہ کے انکار کے شیطانی مشن میں یہ لوگ آخری حد تک جانے پر گربستہ نظر آتے ہیں اور اسکے لئے قرآنی آیات کی معنوی تحریف کو انہوں نے اپنا شعار بنایا ہوا ہے۔

قارئین، جن وانس کے منصوبہ امتحان کے تحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کو دی گئی مہلت۔ شیطانی منصوبے کو چھوٹ اور مستانہ خیر و شر پر تفصیلی بحث والقواللہ حصہ سو تتم میں کی جاچکی ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱ اور ۴۲۵ تا ۴۲۶) وغیرہ و اہم یہ چیز واضح کردی گئی تھی اور اس مضمون کے شروع میں بھی یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں شیطان کو وسوسہ اندازی کی حد تک جو چھوٹ دی ہے وہ اس کو انسانوں پر اپنے مشن کی گھمیل کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ شیطان کے بے شمار حربوں میں چند کا گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا تھا، ان میں سے سحر بھی ایک حربہ ہے اور اسکی اثر پذیری اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر اللہ کے اذن و مشیت کے تابع ہے۔ قرآن و حدیث میں مذکور شیطانی وسوسوں اور سحر کی حقیقت نفسیاتی و تخلیقی حد تک ہے۔ قرآن و حدیث پر

ایمان کا تقاضہ ہے کہ ان میں مذکور باتوں کو اسی حد تک من و عن تسلیم کیا جائے اور اس میں کبھی بیشی نہ کی جائے۔ گزفۃ سطور میں بتایا گیا کہ جس طرح سحر کے ذریعے ہر کام سرانجام دے دینے کا نظریہ محض باطل ہے اسی طرح اس کا یکسر انکار بھی ممکن نہیں کیونکہ اس سے قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے۔ اس پر مفصل دلائل والتوالله سوَمْ وچہارم میں دئے جا چکے ہیں۔ اب منکرین قرآن و حدیث اپنے باطل موقف کو بچانے کے لئے کبھی تو قرآن میں تحریف کرتے ہیں تو کبھی عقلی موشکافیوں کے ذریعے کام چلاتے ہیں۔ لیکن اگر بے نظر غائز دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں۔ یوں تو ان کی پفریب موشکافیوں سے پورا کتابچہ بھرا ہوا ہے لیکن صفحہ ۱۰۲ پر جادو کے قائلین سے چند سوالات اور لفظی اشکالات کے عنوان پر جوشوئے چھوڑے گئے ہیں وہ موصوف کی فن کاری کا شاہکار معلوم ہوتے ہیں۔ سحر کے ذریعے ماقول الاسباب یا ماقول الفطرت واقعات کے ظہور پذیر ہونے کا موصوف نے بار بار ذکر کیا ہے، یا تو یہ موصوف کا تجہیل عارفانہ ہے آکہ جانتے بوجھتے بیان کردہ حقائق سے چشم پوشی کی روشن اختیار کی جا رہی ہے ایا یہ خالص فریب کاری کی روشن ہے۔ اور اسکے لئے موصوف اور ان کے ہمنوا مجبور نظر آتے ہیں کہ یہ طرز عمل اختیار نہ کریں تو کیا کریں، جھوٹ نہ بولیں، جھوٹ پروپینڈے کے ذریعے لوگوں کی آنکھوں میں دھوں نہ جھونکیں تو پھر آخر کیا کریں ۹۹

ہر نوع ہماری طرف سے قرآن و حدیث پر بینی دلائل کی روشنی میں اس مسئلے کی وضاحت حل اللہ اور والتوالله میں کی جاتی رہی ہے اور اس مضمون میں بھی مختلف انداز اور پیرائے میں اس مسئلے کے تقریباً ہر پلوکو پوری صراحة سے واضح کر دیا گیا ہے اور یہ بات بار بار دہراتی گئی ہے کہ جادو کے ذریعے ماقول الاسباب یا ماقول الفطرت واقعات ظہور پذیر نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ یہ نظریہ سراسر بے بنیاد اور باطل ہے اور اس قسم کی بات کرنا بھی محض حماقت ہے۔ دوسرے یہ کہ موصوف نے جس چالاکی اور چابکدستی سے "ماقول الاسباب" اور نظر بندی کے معاملہ کو ایک دوسرے کے ساتھ ملاکر خلط مجہٹ کے ذریعے آنکھوں میں دھوں جھونکنے کی جو کوشش کی ہے وہ بھی اپنی

مثلاً آپ ہی ہے! قرآن و حدیث میں سحر کے تجھیلاتی اثر کے ذریعے نظر بندی اور اس کی حدود کا تعین واقعی انداز میں کروایا گیا ہے اور اسکو ایسی صراحة اور سادگی سے بیان کیا گیا ہے کہ اس میں کسی بھی قسم کے ہیر پھیر اور ابہام کی کوئی گنجائش نہیں چھوٹی۔ اور یہ بھی ایمان کا لازمی تقاضہ ہے کہ قرآن و صحیح احادیث نے جس واقعہ کو جس قدر اور جس طرح بیان کیا ہے اس کو اسی قدر اور اسی طرح مانا جائے۔ اس میں رنگ آمیزی کی جائے اور نہ کمی بیشی۔ اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن میں بیان کردہ واقعہ سحر پر نظر ڈالتے ہیں :

مصری جادو گروں کی "رسیاں اور لادھیاں جادو نے اثر سے موسیٰ" کے خیال میں دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ یہ تو بعدہ قرآن کے الفاظ ہیں، اور قرآن میں نہ فوق الاسباب کچھ دکھائے جانے کا ذکر ہے اور نہ کسی مافوق الفطرت کارنامہ کا، وہاں تو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ وقتی طور پر قوتِ متحیله متأثر ہوئی اور اسکی وجہ سے آنکھوں کو دھوکہ ہوا۔ قرآن میں اسی حد تک نظر بندی کا اثبات ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سبب سے اشیاء کی صفت و حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اب خواجہ پر فریب انداز اختیار کرتے ہوئے اس میں رنگ آمیزی کرنا، مافوق الفطرت اور "کن فیکون" کے الفاظ ٹھونسنے، یہ مخفی قرآن و حدیث کے انکار کے لئے زمین ہموار کر کے احادیث صحیحہ سے برگشہ کرنے کی عیارانہ چال ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کے مخلص بندوں پر ان شیطانی چالوں کا اثر نہیں ہوا کرتا۔ مالک کائنات کا فرمان ہے ان کید الشیطون کان ضعیفاً۔

جان سک مجزے کا تعلق ہے تو اوپر عرض کیا گیا تھا کہ یہ ربِ ذوالجلال کی قدرت کاملہ کا مافوق الاسباب مظاہرہ ہوتا ہے جو نبوت کی نشانی، دعوتِ حق کے ثبوت اور منکرینِ حق پر اعتمامِ حجت کے لئے ایک ناقابل تردید امثل حقیقت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور سحر کے بر عکس، مجزے میں اشیاء کی هیئت میں حقیقی تغیر و نہما ہوتا ہے، چنانچہ کفار بے بسی کے عالم میں مجزے کو سحر قرار دے کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں کئی طرح کے مجذرات کا ذکر ہے جن میں کچھ تو ظہور میں آنے کے بعد اسی شکل میں جاری رہتے ہیں، مثلاً کے طور پر چاہ زم زم اور بارہ جنہے یا

صیغہ علیہ السلام کے متجزات میں برص کے مرجوزوں کی صحت یا نہ۔ وغیرہ جبکہ دوسری طرح کے متجزات کے ظہور پر اشیاء کی ہست میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ جلد ہی اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی ہے جیسے انشقاق قمر، عصائے موسیٰ، یہ بیضا، وغیرہ۔ متجزہ اشیاء کے مافق الاصابح حقیقی تغیر کے ذریعے رونما ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ہی نبیؐ کی بے داع شخصیت اور اس کا ماضی و حال مخاطب قوم کے سامنے ہوتا ہے اس لئے وہ نبیؐ کی دعوت اور اس کے متجزہ کی حفاظت پر دل سے معرف ہوتے ہیں۔ اب یہ اور بات ہے کہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے آبائی دین کا ساتھ دیتے ہوئے زبان سے اس کو جھٹکا دیں۔ تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آخر نبیؐ کی دعوت کو جھٹلانے کے لئے کفار اس کو شاعر، کاہن اور ساحر کے القاب کیوں دیتے ہیں؟

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ نبیؐ کی زبان سے ادا ہونے والا کلام رباني بے انتہا فصح و بلطف اور اثر انگریز ہوتا ہے اور بلاشبہ اعلیٰ ترین درجے کا اولیٰ شاہکار ہوتا ہے۔ اس کی بین مثال صحیح مسلم کی روایت میں مذکور واقعہ ہے جس کے مطابق ضماد رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی زبان سے صرف حمد و شفاء کے کلمات سنکر اس کو "سمندر کی گمراہیوں میں اترنے والا کلام" قرار دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے کفار نبیؐ کو بلا بھجک شاعر کہدیتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ کاہن پیشینگوں سیاں کرتا ہے اور اس کی کجھی ہوئی سینکڑوں باتوں میں ایک آدھ سچ نقل آتی ہے تو لوگ اسی ایک بات پر اس کی تصدیق کرتے ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے موصول شدہ غریب کی باہمی بتاتے ہیں۔ مستقبل کی خبریں دیتے ہیں جو سب پچی ہوتی ہیں۔ لیکن ظاہری محدثت کی وجہ سے بہت دھرمی کے ساتھ انبیاء کو کاہن قرار دیا جاتا رہا ہے۔

(۳) اسی طرح ظاہری محدثت کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کے متجزوں کو سحر قرار دیکر انبیاء علیہم السلام کو ساحر قرار دیدیا جاتا ہے حالانکہ گزشتہ سطور میں واضح کر دیا گیا ہے کہ سحر محض دھوکے اور تخیلاتی اثر کے تحت نگاہوں کو غیر حقیقت دکھانا ہی ہوتا ہے۔

درج بالا سطور سے سحر اور متجزے کے فرق کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ ذنوں میں زمین و آسمان کا فرق، مشرق و مغرب کا بعد، دھوکہ اور حقیقت کا تفاوت ہے۔

لہذا مججزے اور سحر کا مقابلہ کرنا، اور ایک دوسرے کے مقابلہ ٹھہرانا سراسر حماقت ہے۔ اگر موصوف اس کو نہ کچھ پائیں تو یہ ان کے عقل و فہم کا قصور ہے۔ اگر موصوف اس حقیقت کو کچھ تھے تو صفحہ ۱۲۰۱۱۰ پر مججزے کے مقابلے میں سحر کے ذریعے "ما فوق الاصابب محل بنانے" اور "بھینسوں کے دودھ کو خون میں تبدیل کرنے" کے قصہ بیان کر کے اپنی طفلانہ موشگافیوں اور حماقتوں کا ثبوت نہ دیتے اور قرآن میں بیان کردہ حقائق کے ساتھ ان قصوں کے ذریعے خلط مجھ کی سعیٰ لا حاصل سے باز رہتے۔ یہ چیز قابل غور ہے کہ حقائق کو جھٹلانے کے لئے کس قدر دیدہ دلیری کا مظاہرہ کیا جائیا ہے، جاہلائد قصوں اور کہانیوں پر موصوف اور انکے پیش رو منکریں نے صفحات کے صفحات سیاہ کئے ہیں لیکن اپنے کرتوت کا مرکب کسی اور کو ٹھرا تے ہیں، اس کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"جب بقول آپ کے جادو کو ما فوق الغطرت واقعات ظہور میں لانے کی چھوٹ بھی اللہ تعالیٰ نے خود دے رکھی ہے، تو مججزہ اور جادو اللہ کے اذن سے ٹھہرے، یعنی مججزہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے تو جادو اللہ کی اجازت ہے ہوتا ہے، دوسرے لفظوں میں اگر اللہ اپنے حکم سے ما فوق الاصابب محل بناتا ہے تو جادوگر اللہ کی اجازت سے جادو کے ذریعے ما فوق الاصابب محل بناتا یا دکھاتا ہے۔" (صفحہ ۱۰)

اس سے اندازہ کر لیجئے، موصوف کے مشن کی ساری عمارت ہی مغالطہ آفرینی پر استوار کی گئی ہے، چنانچہ ان کے مضمون کی ہر چند سطور کے بعد اسی کی تکرار ملتی ہے کہ جادوگر ما فوق الغطرت یہ کر سکتا ہے، وہ کر سکتا ہے (گویا کہ کچھ نہ کچھ ضرور کر سکتا ہے) جبکہ ہمارے مضامین میں بار بار اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ جادو حض و هو کہ اور فریب ہے جس کا اثر نگاہوں اور تخيیلات پر حقیقت کو غیر حقیقت دکھانے تک ہی محدود ہوتا ہے، لیکن اسکے ذریعے اشیاء کی تخلیق یا قلب ماہیت (یعنی ہیت یا حقیقت کو بدلتا) کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ موصوف کی لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعیٰ لا حاصل ہے۔

موصوف نے اپنے مضمون کے صفحہ ۱۱ پر یہ عنوان قائم کیا ہے "فرعون کے

ساحروں کا ایمان لانا" اور اس عنوان کے تحت موسیٰ علیہ السلام کا مصری ساحروں کے ساتھ مقابله کا احوال سورہ اعراف کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔ اس سبق آموز واقعہ کو بیان کرنے کی ابتداء کچھ ڈرامائی انداز میں کر کے جلد ہی اپنی منکرانہ روشن پر آگئے اور اپنے "ڈیزائن کردہ الفاظ" کے ذریعے قرآن کی آیات کی اصلاح فرمائی شروع کر دی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"انہوں نے اپنی بنائی ہوئی چیزوں پھینکیں ... اور بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ وہ بنکر لائے۔" (صفحہ ۱۱)

یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن نے تو پھینکی ہوئی اشیاء کو جبالهم و عصیم (انگلی رسیاں اور لاٹھیاں) کہا ہے جو یقیناً عام رسیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں کیونکہ قرآن و حدیث سے کوئی ایسا ثبوت نہیں ملتا کہ ان کی ساخت میں کوئی تبدیلی کی گئی ہو۔ اسی طرح وجہ و بسحر عظیم کا مفہوم بیان کیا گیا کہ "بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ" بنکر لائے تھے۔ اب کوئی ان سے پوچھے کہ یہ "سامان دھوکہ" اور "بنکر لائے تھے" کے الفاظ آپ نے کہاں سے برآمد کئے ہیں، آیات قرآنی کے الفاظ میں تو ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں ملتی۔ کیا موصوف قارئین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ مشارے الٰہی تو وہی تھا جو موصوف اور اُنکے ہمزا بیان کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو بیان کرنے کے لئے مناسب الفاظ نہ ملے اس لئے مجبوراً آیات میں "بنائی ہوئی چیزوں" کیلئے جبالهم و عصیم اور "زبردست سامان دھوکہ" کے لئے سحر عظیم کے الفاظ استعمال کرنا پڑے؟ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ۔ نَعوذ باللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْخَرَافَاتِ۔

ان لوگوں کے طرز استدلال پر کچھ تبصرہ گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے۔ قرآنی آیات کی معنوی تحریف اور جملاء کے بیان کردہ قصے کہانیوں کی آیات کے ساتھ علمی موصوف کے استدلال کا طرہ احتیاز ہے جو اس کتابچے میں ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی انہوں نے سورہ اعراف کی آیات کو اپنے ہی موقف کا جامد پہنکر پیش کیا ہے، جس کی ایک مثال اور پیش کی گئی ہے۔ پھر اس واقعے کو بیان کرنے کے بعد جو تبصرہ فرماتے ہیں وہ بھی اپنی مثال آپ ہی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"اس والقہ کو پڑھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں اس قسم کے جادو کے علم کا وجود ہے جس سے مافق ہا سب تخلق، خلقت میں تبدیلی یا انظر بندی کا کام لایا جاسکتا ہے تو ایسے علم کا جادو گھر سے تیلہ کس کو علم ہوگا، اور اگر ایسا علم واقعی دنیا میں ہے تو جادو گر لائھی کو اڑو ڈھانچہ کر ایمان کیوں لائے؟ انہوں نے یہ گمان کیوں نہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام ان سے تیلہ علم والے ہیں کہ وہ اپنے علم کے زور سے ایسا اڑھا بنانے پر قادر ہیں جو دوسروں کے بڑائے ہوئے سانپوں کو نگل لیتا ہے۔ لہذا انہوں نے مزید علم حاصل کرنے کے لئے سملت کیوں نہ طلب کی؟ اور دوبارہ مقابلے کے لئے کیوں نہ کیا؟" (صفحہ ۱۱)

فخارین خور کریں، اکقدر طفلانہ اعتراض پر مبنی سوال انھیاً گیا ہے اور قرآن میں بیان کردہ واقعات کو تحملانے کے لئے کیسا شاطرانہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے لائے گئے جادو گر پسے فن کی انتہائی بلندی پر تھے، قرآن میں انکو ساحر علیم (سورہ یونس آیت ۹) اور سعہار علیم (الشعراء، ۳۲) کہا گیا ہے۔ وہ سحر کی حیثیت و حقیقت سے بخوبی واقف تھے اور خوب تجھنے تھے کہ جادو سے اڑھا تو کیا ایک سپولیا (ساتپ گائیچا) بلکہ ایک معمولی ذرہ تک نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کا اثر تو اس اسی حد تک ہے کہ تحملانی اثر اندازی سے پڑی ہوئی رسیاں اور لائھیاں دوڑتی ہوئی نظر آنے لگیں، چنانچہ انہوں نے جب عصاء موسیٰ کو اپنے سامنے اڑھا بنتے دیکھا جس نے قورا ہی! اُنکے سحر کو نگل لیا تو سحر اور معجزے کا فرق بالکل واضح ہو گیا اور قبول حق کی رہی اور ایمان کی صلاحیت نے بیدار ہو کر انہیں ایمان کی طرف مائل و راغب کر دیا،  
ذالک هفضل اللہ یو یہ من یشاء۔

موسوف کی قلمی الدوکاریوں کے چند نمونے پیش کئے گئے۔ موصوف اور ان کے ہمنواں کی انکار حدیث کی حکم کی راہ میں سب سے بڑی روکاوت سورہ بقرہ کی آیت ۱۴ ہے، چنانچہ خود یعنی مسمم القاظ میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جادو کے کاظمین یا جو کے وجود کا جو سب سے بڑا ثبوت دیتے ہیں وہ یعنی سورہ بقرہ کی آیت

غیر ۱۴ سے۔" (صفحہ ۱۱)

پھر بڑے یعنی فتنکارات اندماز میں یہ انکار حدیث کے چیمپیئن فریق ثالث اور "حکم" کا

کردار سنبھالتے ہیں اور قاطلین و منکرین پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اس آیت کے ترجیح میں جادو کے قاتلین اور اسکے منکرین کے درمیان زبردست نزاع ہے اور دونوں فرق اپنے کئے گئے ترجیح کو درست ثابت کرنے میں ہی اپنی کامیابی کجھتے ہیں۔

حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہبئے۔“ (صفحہ ۱۵، ۲۰۱)

تو یہ ہے موصوف کی قلمی اداکاری کا ایک نمونہ؛ اور پر عرض کیا گیا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۰۲ موصوف کی راہ کی رکاوٹ ہے چنانچہ تحریفی موشگافیوں کے ذریعے موصوف نے اپنے پیشوہ مولوی بشیر احمد کی طرح اپنی راہ کے اس سب سے بڑے پتھر کو ہٹانے کی دیوانہ وار کوشش کی ہے، ترجمہ و تشریفات بھی کسی حد تک انہی کی نقل کر دی گئی ہیں لیکن موصوف کی عیارانہ چالاکی کا عالم یہ ہے کہ آیت کے ترجمہ و تشریح کو ایک ساتھ تسلسل سے بیان کرنے کی بجائے اسکو تکڑوں میں توڑ دیا گیا ہے اور ہر تکڑے کا ترجمہ اور تشریح اجزاء کے تسلسل اور ربط کو بالائے طاق رکھنے کمال چاہکدستی سے اپنے مطلب کے مطابق ڈھال کر پیش کرتے چلے گئے ہیں۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ قارئین غور کریں کہ اگر موصوف پوری آیت کا ترجمہ اور تشریح ایک ساتھ کر دیتے تو آیت کا ربط اور تسلسل ہی انکے خلاف چغلی کھاتا، انکی شعبدہ بازی، باختہ کی صفائی اور منکرانہ چالبازی کا پروہ فاش ہو جاتا اور انکے موقف کا باطل ہونا از خود عیاں ہو جاتا؛ اسی لئے پوری احتیاط کے ساتھ انہوں نے معنوی تحریف کے مقصد حصول کے لئے اپنے پیشوہ منکرین کا انداز اپنایا ہے۔ اس سے قبل مولوی بشیر احمد نے پہلو بدل بدل کر اس آیت کی تلفظی و معنوی تحریف کا جو کھیل کھیلا دہ بلاشبہ کفر والخاد کی ایک بھی انک تصویر پیش کرتا ہے۔ اسکی بالتفصیل نشاندہی کی جاچکی ہے (لما حظہ ہو واتقوا اللہ سو عَم صفحہ ۲۶ تا ۳۳، واتقوا اللہ

چہارم صفحہ ۲۷ تا ۴۶)۔

یہاں موصوف کی اس آیت کی تشریح میں فریب کارانہ تحریف کو واضح کرنے کے لئے مناسب ہو گا کہ پہلے پوری آیت عام فہم ترجیح کے ساتھ پیش کر دی جائے۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَلَوَّا الشَّيْطَنُ عَلَى مِلْكٍ سَلِيمٍ وَمَا كَفَرَ سَلِيمٌ وَلَكِنَ الشَّيْطَنُ

كَفَرَ وَإِلَّا يَعْلَمُونَ النَّاسُ السُّحْرُ وَمَا أَنْزَلَ عَلَى الْمُلَكِينَ بِبَابِلٍ هَارُوتُ وَمَارُوتُ

وَمَا يَعْلَمُنَّ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولُوا إِنَّا نَعْنَ فَهَنَةٌ فَلَا تَكْفُرُ فَيَعْلَمُونَ مِنْهُمَا  
مَا يَغْرِقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءَ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِذِنِ اللَّهِ وَيَعْلَمُونَ  
مَا يَضْرِبُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا الْمَنْ اشْتِرَاهُ مَالُهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقِهِ وَلِبَشِّ  
مَا شَرَوْبَابِهِ انْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

”اور پیروی کرنے لگے اسکی جو شیاطین سلطنت سلیمان“ کا نام لیکر پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمان نے تو کبھی کفر نہ کیا بلکہ کفر کے مرکب تو شیاطین ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔ اور اسکے بھی پہچھے لگا جو شریاں میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کیا گیا تھا۔ وہ (دونوں فرشتوں) کسی کو بھی یہ علم نہ سکھاتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کھدیجے کہ ”ہم آزادش (اسکیلے بھیج گئے) ہیں لہذا تو کفر نہ کر“ (پھر بھی اے ان دونوں سے وہ علم سکھجے تھے جس سے شوہر اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔ وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتے تھے سوائے اللہ کے حکم کے۔ اور وہ سکھتے تھے (وہ علم) جو انھیں نقصان پہنچاتا تھا، نفع نہ پہنچاتا تھا، اور وہ خوب جانتے تھے کہ جو اس کا خریدار بنا اسکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کسی بڑی ملتیع ہے جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو پیچ ڈالا، کاش انھیں معلوم ہوتا۔“

قارئین، پوری آیت معاً سلیمان ترجمہ آپ کے سامنے ہے، اسکو ذہن میں رکھیں پھر موصوف کی ”گھرافشانیوں“ پر نگاہ ڈالیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ موصوف نے آیت کے الفاظ کو انکی جگہ برقرار رکھا ہے یعنی الفاظ کو آگے پہچھے کرنے یا اُن میں اضافے سے اجتناب کیا ہے اور اس طرح آیت کی لفظی تحریف سے گریز کیا ہے اور اس معاملہ میں اپنے پیشوں مولوی بشیر کی اتباع نہیں کی، جس نے انکار حدیث کے مشن کی خاطر بڑی بیباکی سے آیات قرآنی کی لفظی و معنوی تحریف کر دکھائی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو واتقوا اللہ حصہ چارم صفحہ ۳، تا ۲۶) البتہ موصوف نے آیات کی معنوی تحریف سے کام چلانے کی خوب کوشش کی ہے جس کا مختصر جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے آیت کا حصہ و ما نزل علی الملکین بیال ہاروت و ماروت پیش نظر ہے۔ اس پر طبع آزمائی کرنے سے پہلے موصوف نے ”و ما نزل ...“ کے ”ما“ کو نافیہ

اُنے کیلئے زمین ہموار کرنے کے مقصد سے یہ شوشہ چھوڑا کہ:

”اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ سلیمان علیہ السلام کی طرح فرشتوں پر لگائے گئے بہتان کا رد کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں و ما لرزل....“ (صفحہ ۱۸)

اور پھر ”مانافہ“ کے لئے جواز پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اس طرح ہی فرشتوں پر لگائے گئے بہتان یعنی جادو سکھانے کا رد ہو سکے گا۔“ (صفحہ ۱۸)

”ما“ موصولہ و نافیٰ کی مدلل و مفصل بحث ہمارے رسالے حبل اللہ ۱۳ اور **وَاتَّقُوا اللَّهُ سُوْمَ وَ چہارم میں** دیکھی جا سکتی ہے جہاں ہم نے پوری شرح و بسط و واضح دلائل کے ساتھ ”ما“ کا موصولہ ہونا ثابت کیا اور انکے پیشرو منکرین کی گمراہ کن تکویلات کی رکاکت اور بے بھاعتنی کو پوری طرح واضح کر دیا ہے، قارئین اس کا مطالعہ کر لیں۔ اور پھر مکمل آیت معہ ترجمہ موجود ہے۔ قارئین خود دیکھ سکتے ہیں ”ما موصولہ“ کے ساتھ والا ترجمہ آیت کے ربط و سیاق و تسلیل سے ہم آہنگ ہے اور آیت میں مذکور فنشاء اللہی کے عین مطابق، جبکہ ”مانافہ“ کے ساتھ موصوف کا ترجمہ آیت کے ربط و سیاق و سبق سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتا۔ اب ان افشاء پر داڑ فریب کاروں سے کوئی پوچھے کہ ”فرشتوں پر لگائے گئے بہتان“ کا علم انہیں کہاں سے حاصل ہوا جو اسکے رد کرنے کا شوشہ چھوڑا گیا ہے؟ یہ ”بہتان“ تو آیت میں ہی موجود ہے کہ ”وہ کسی کو نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ بتادیں کہ ہم محض فتنہ ہیں، تم کفر نہ کرو...“۔ یہ احمد یہ بھی نہیں سوچتے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انکے پیشرو منکرین کی لمداحہ حماقتوں کی نشاندہی **وَاتَّقُوا اللَّهُ میں** کر دی گئی ہے۔ یہاں موصوف بھی اُسی راستے پر گامزن نظر آتے ہیں۔ صحیح ترجمہ کو رد کرنے کے لئے جو فنشاء اللہی کے عین مطابق ہے جیسا کہ خود آیت کے مبنی سے ثابت ہے، وہی پرانے گھرے پڑے اور بے وزن دلائل دہراتے گئے:

”جادو باطل ہے، باطل میں فرشتوں پر باطل نازل ہوا اور فرشتے باطل کے ساتھ باطل میں آئے اور اللہ تعالیٰ حق ہے، حق فرماتا ہے اور فرشتے حق کے ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں۔“

(صفحہ ۱۸)

جادو کا باطل ہونا اظہر من الشرس ہے، اللہ تعالیٰ حق ہے، حق فرماتا ہے اور

فرشته حق کے ساتھ ہی نازل ہوتے ہیں، ان کلمیات اور حلق سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے مگر موصوف نے بڑی چاہیدتی سے قرآنی آیات کا بے محل استعمال کر کے خلط مجھ کے طرز استدلال سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذرا غور فرمائیے۔ موی علیہ السلام کو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا، وحیت حق کے مقابلے میں فرعونی ساحروں کا جادو لے کر آنا یقیناً باطل تھا۔ یہ تو ایک اصولی بات ہے کہ باطل ہی حق کے ساتھ بر سر پیکار ہوتا ہے۔ جبکہ سورۃ البقرہ (۱۴۲) میں یہ بتایا گیا ہے کہ دو فرشتوں باروٹ و ماروٹ پر جو کچھ نازل کیا گیا وہ لوگوں کی فہمائش کیلئے اور بطور آزمائش تھا، اسکی متعدد مثالیں قرآن میں موجود ہیں۔ لوط علیہ السلام کی قوم کی طرف فرشته خوبصورت لڑکوں کی شکل میں بھیج گئے حالانکہ وہ قوم انتہائی قبح و شرمناک ہم جسی کے فعل بد کی عادی تھی۔ اب کوئی ان نادانوں سے پوچھے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے ذوق کے مطابق حسین نوجوانوں کی شکل میں فرشته بھیج کر اس قوم کو شرمناک فعل پر اکسایا تھا؟ سرکش و نافرمان قوم کو عذاب دینے سے پہلے ڈھیل دینا، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جس کا قرآن میں کئی جگہ ذکر ہے۔ قانون سبت کے معاملے میں یہودیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ سورۃ اعراف میں ساحلی بستی کے ماہی گیروں کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ قانون سبت کی پابندی سے جب وہ انحراف کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حالات کو اور زیادہ ساز گار کر دیا، هفتہ کا دن عبادت کے لئے مخصوص تھا اور اس دن پھلی پکڑنا منسوب تھا، لیکن سنپر کے روز پھلیاں بہت زیادہ ابھر ابھر کر آنے لگیں۔ اس صورت کا قرآن میں بیان کیا گیا ہے:

وَسْتَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً الْبَحْرُ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ أَذْمَتِهِمْ  
جِتَانَهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شَرُّ عَوَادِيْمَ لَا يَسْتَوْنَ لَا تَنِيمَ كَذَلِكَ نَبْلُوْمَ بَمَا كَانُوا  
يَفْسِقُونَ (الاعراف ۱۷۳)

"اور ان سے اس گاؤں کا ہال تو پوچھو جو سندھ کے کنارے واقع تھا۔ جب یہ لوگ رفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے لگے (یعنی) اس وقت کہ انکے رفتہ کے دن پھلیاں انکے سامنے پہنی پر آئیں اور جب رفتہ کا دن نہ ہوتا تو نہ آئیں۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کو انکی

باقرہائوں کے سب آذانش میں ڈالنے لگے۔

یہودی ماہی گیروں نے للچ میں آکر یہ راہ نکالی کہ دریا کے کنارے گڑھے کھو دے تاکہ سنپھر کے روز چھلیاں دیاں اکٹھی ہوں اور دوسرے روز وہ ان کو پکڑ لیں۔ اس طرح ڈھیل چھوڑ کر ان کو آذانش میں ڈالا گیا اور وہ سرکشی میں حد سے آگے نکل گئے، سمجھانے والوں کی بات پر کان نہ دھرے تو پھر اللہ کے عذاب نے ان کو آیا۔ سرکشی و نافرمانی میں رنگے ہاتھوں دھر لے گئے، فرمایا۔

فَلِمَا عَتَوْا عَنْ مَا نَهَا اللَّهُ عَنْهُ قَلَنَا لَهُمْ كُونُوا مَرْدَةٌ خَاسِتِينَ (الاعراف ۱۰۷)

"جب وہ پوری سرکشی کے ساتھ منکرات پر بچ رہے تو ہم نے کہا ہو جاؤ ذلیل بندر"

قرآن کا بغور مطالعہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کی اس سنت سے واقف ہے۔ مومنوں کو صبر و وفا کے امتحان کے لئے مصائب میں ڈالا جاتا ہے، وہ صابر و شاکر رہتے ہیں تو یہ ان کے اجر و مرادب میں اضافے کا سبب بنتا ہے جبکہ فاسقون اور فاجروں پر عذاب نازل کرنے سے قبل جہاں دعوت و اندزار کے ذریعے اصلاح کا موقعہ عطا کیا جاتا ہے۔ پھر کافروں کے لئے ڈھیل چھوڑ کر ان کے نفس کے تقاضوں کے مطابق حالات ساز گار کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ عذاب نازل کر دیا جاتا ہے، خواہ کسی شکل میں ہو۔ درج بالا واقعات اسی اصول و مکملی کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ بالکل اسی طرح ایک "منصوبہ حق" کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بنو اسرائیل میں بھیجا، وہ دونوں لوگوں کو پہلے اللہ سے ڈراتے اور مخفیہ کرتے تھے کہ ہم تماری آذانش کے لئے آئے ہیں، جادو کفر ہے، تم اس کو سکھ کر کفر کے مرکب نہ بنو۔ غور فرمائیے کہ فرشتے اس طرح اتمام جست کر کے اس ربائی مشن کی تکمیل کرتے تھے جس کے ساتھ وہ بھیجے گئے۔ کیا کوئی اللہ سے ڈرنے والا اس مشن و منصوبہ کو باطل قرار دینے کی جرأت کر سکتا ہے؟ تفہیم ہے ان اندھے مقلدین و منکرین پر جو بے کنجھے بوجھے آیت کی معنوی تحریف کے ذریعے آیت قرآنی کے مفہوم و مفہمہ کو بدلت کر مشن ربائی کو باطل قرار دینے کی روشن پڑائے ہوئے ہیں ای مخدانہ روشن مخفی قرآن و حدیث کے انکار کے شیطانی مقصد کے لئے اپنائی گئی ہے اور بڑے ہی فنکارانہ انداز میں سورہ ججر کی درج ذیل آیت کے بے محل استعمال

کے ذریعے اس باطل موقف کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

مانزل الملائکہ لا بالحق (الحجر ۱۸)

"ہم فرشتوں کو نازل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ"

اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ اللہ تعالیٰ سحر کے معاملہ میں اعتماد جنت کے لئے فرشتوں کو نازل نہیں کر سکتا، دراصل یہ ایک شیطانی چال ہے جس کے ذریعے قرآن و حدیث میں مذکور حق کو باطل ثابت کرنے اور نئے اپنے ہمنوائے منکرین حدیث و قرآن کے باطل موقف کو حق ثابت کرنے کی عیارانہ کوشش کی جاری ہے؟ کیا یہ ملاحدہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بھولے ہوئے ہیں؟

ان کیدالشیطون کان ضعیفا (شیطان کی چال ہے ہی نجزو را

یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ سورہ حجر کی درج بالا آیت میں فرشتوں کا حق لے کر نازل ہونے کا ذکر ہے جبکہ سورہ بقرہ (۱۰۲) میں ما انزل علی الملکن یعنی فرشتوں پر نزول کا ذکر ہے، اور دونوں آیتوں کا محل، سیاق و سباق اور مفہوم بالکل ہی مختلف نوعیت کا ہے۔ ایک جگہ فرشتے یہ بتا کر کہ اغا نحن فتنہ فلا تکفر (یعنی ہم تو حضن تمہارے لئے آزمائش ہیں تم کفر نہ کرو) اعتماد جنت کے ذریعے مشن رباني کی تکمیل کرتے ہیں تو دوسری جگہ نبیؐ کی دعوت کی تکذیب کرنے والوں، نبیؐ کو مجبون کرنے والوں اور دعوت حق کے ثبوت میں فرشتوں کے نازل ہونے کا مطالبہ کرنے والوں کو جواباً متنبہ کیا جا رہا ہے کہ "ہم فرشتوں کو بس یونہی نہیں اتار دیا کرتے، وہ تو جب اترتے ہیں تو حق کے ساتھ ہی اترتے ہیں اور پھر لوگوں کو مملت نہیں دی جاتی"۔ بات صاف ہو گئی اور فرق واضح ہو گیا۔ سورہ حجر کی آیت میں فرشتوں کا کافروں پر بطور عذاب نازل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جب وہ حق لے کر اترتے ہیں تو پھر کافروں کو مملت نہیں دی جاتی۔ غور فرمائیے، موصوف نے بالکل ہی مختلف پس منظر اور مفہوم کی حامل آیت کو یہاں بے موقعہ چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ انکی چالبازی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سورہ بقرہ آیت ۱۰۲ کی تشریع سے قبل سیاق و سباق اور پس منظر پر پورا زور لگایا گیا ہے، تقریباً عین صفحات لکھ ڈالے گئے ہیں (لاماحہ ہوں صفحے

۱۴۰۱ء ۱۵) جب کہ سورہ حجر آیت ۸ پیش کرتے ہوئے اس کے پس منظر اور اصل مفہوم کا ذرا بھی لحاظ نہ رکھا گیا؛ بات تو ظاہر ہے، موصوف اگر یہاں سیاق و سبق کا ذکر کرتے تو ان کے باطل استدلال کا تحفظ ناممکن ہو جاتا۔ موصوف اور انکے ہمنواوں کی تو شان یہ ہے کہ وہ باطل موقف کی تائید میں سیاق و سبق تو کیا آیات قرآنی کی معنوی بلکہ لفظی تحریف سے بھی گریز نہیں کرتے!

قارئین گزشتہ سطور میں موصوف اور ان کے ہمنواوں کی تضاد بیانی کی نشاندہی کی جا چکی ہے، یہاں یہ بات بھی باعثِ دلچسپی ہو گی کہ ”وَمَا لَنْزَلَ عَلَى الْمُلْكِنَ يَابْلِ هَارُوتْ وَمَارُوتْ“ میں موصوف نے ہاروت و ماروت کو فرشتے تسلیم کیا ہے، اس کے بر عکس انکے پیشوں مولوی بشیر ہاروت و ماروت کو شیاطین قرار دے چکے ہیں، ملاحظہ ہو:

”وَ دَوْ فَرْشَتُوْنَ پَرْ كَحْرَ (جادو) اتَّارَ أَكْيَا بلکہ یہ کافران کام شیاطین یعنی باہل شر میں ہاروت و ماروت ناہی دو جادوگر کرتے تھے وہ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے...“ (خنزیر القرآن

فی رد محشر الشیطین صفحہ ۱۷)

قارئین، اس منکرین کی جماعت کے دو ”قلماکار والشور“ افراد کے نظریات و عقائد کا فرق ملاحظہ فرمایا، مشرق و مغرب کا بعد اور زمین و آسمان کا فرق، ایک ہاروت و ماروت کو فرشتے کئے دوسرا انکو شیطان قرار دے۔ بھانت بھانت کی سوچ رکھنے والے مخالفت حق کے نصب العین پر مجتمع ہیں، انہی جیسوں کے بارے میں قرآن تعبیرہ فرماتا ہے:

تَحْسِبُهُمْ جَمِيعًا وَ قَلُوبُهُمْ شَتِّيْ (العشر ۱۲)

”تم انہیں اکٹھا کجھتے ہو لیکن انکے دل ایک دوسرے سے بھتے ہوئے ہیں“  
اب اس آیت کے اگلے حصے پر غور فرمائیے:-

وَمَا يَعْلَمُنَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّىٰ يَقُولَا إِنَّا نَعْنَ حَتْنَةٍ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ ۱۰۹)

اس آیت کا سیدھا سادھا اور اصل ترجمہ تو اوپر لکھ دیا گیا ہے یعنی وہ دونوں (فرشته) کسی کو بھی (یہ علم ادا شکھاتے تھے یہاں تک کہ وہ کحمدتے کہ ”ہم تو محض آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں پس تم کفر نہ کرو۔“ موصوف اگر اس صحیح ترجیح اور مفہوم کو مان لیں تو انکے باطل استدلال کی عمارت زمین بوس ہو جائے۔ چنانچہ انکے لئے اسکو بدلتا

ناگزیر ہے۔ اسکو جس فنکارانہ شان سے تبدیل کیا گیا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

”اور وہ فرشتے کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے۔ یہاں عک کہ دونوں (اپنے پاس آنے والے سے انہی ہیتے تھے کہ ہم تو روکنے کیلئے آئے ہیں، لہذا تو اس کفر میں بستا رہو۔“ (صفحہ ۱۹)

قارئین، ملاحظہ کیا ان کا ترجمہ۔ ان کے اس ترجیح میں لفظ ”فتنه“ کے معنی ”روکنے کیلئے آنے والا“ لیا گیا ہے۔ ذرا غور کریں کیا آیت کے الفاظ اس ترجیح کا ساتھ دیتے ہیں؟ کسی بے باکی اور بہت دھرمی سے معنوی تحریف کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ فنکارانہ کھیل اس لئے کھیلا گیا ہے تاکہ ان کے گمراہ کن باطل نظریے پر حرف نہ آنے پائے، خواہ اس کے لئے قرآن کی کسی ہی تحریف کیوں نہ کرنی پڑ جائے! اس گروہ منکریں کا یہی انداز ہے اور اب موصوف بھی اسی راہ پر رواں دواں ہیں اور انکا طریقہ کار بھی وہی گھاپٹا ہے جسکا ذکر اوپر کیا گیا، یعنی آیات کو اپنے معنی کا لباس پہنانے کیلئے ایک بے بنیاد دلیل پیش کر دیتے ہیں کہ ”قرآن میں فلاں جگہ یہ لفظ ان معنوں میں آتا ہے“ درآں حالیکہ ایسا ہوتا نہیں، بلکہ آیات کے الفاظ کو ہمیشہ تاں کر سیاق و سبق سے آنکھیں بند کر کے آیت کی معنوی تحریف کرتے ہوئے اپنے موقف پر فٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موصوف نے یہاں یہی انداز اپنایا ہوا ہے، چنانچہ اپنے ترجیح کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فتنه کا معنی قرآن میں آزمائش کے علاوہ روکنا بھی آیا ہے۔“ (صفحہ ۱۹)

اور اس کی دلیل میں سورۃ المائدہ کی آیت ۲۹ پیش کرتے ہیں۔ اس پر مزید گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہو گا کہ لغت پر نگاہ ڈال لیں۔ لفظ فتنہ کا مادہ ”فتنه“ ہے جس کے اصل معنی سونے یا چاندی وغیرہ کو بگھلا کر جھوٹ کو علیحدہ کرنا اور آزمائش کرنا ہیں۔ مفہوم کے لحاظ سے قرآن میں فتنہ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فتن (یفتن) جب ”عن“ کے صلہ کے ساتھ آئے تو اسکے معنی صحیح راستے سے محرف کر دینے کے ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے ”پھریوئے“ یا روک دینے کے معنوں میں بھی استعمال ہو سکتا ہے مثلاً لغت میں ”فتنه عن را یہ“ کے معنی پھریدینے یا روک دینے کے آئے ہیں۔ اب

اس وضاحت کے بعد سورہ مائدہ آیت ۲۹ کے مفہوم کو سمجھنا آسان ہے جہاں واحدہم ان یفتتوک عن بعض ما آنزل اللہ علیک میں "یفتتوک" فعل مضارع معروف صیغہ جمع غائب مذکر "عن" کے صلہ کے ساتھ آپا ہے، چنانچہ یہاں "یفتتوک" کے معنی "پھیرنے" کے لئے جاسکتے ہیں جس کا مفہوم صحیح راستے سے ہٹانا ہی ہوگا۔ مشور اور متداول تراجم دیکھ جائیں یہی ترجمہ ملے گا۔ بطور نمونہ چند مشور تراجم پیش کئے جاتے ہیں:-

۱۔ شاہ عبد القادر دھلوی	بہکانا	...
۲۔ شاہ رفیع الدین دھلوی	بہکانا	...
۳۔ محمود حسن دیوبندی	بہکانا	...
۴۔ فتح محمد جالندھری	بہکانا	...
۵۔ وحید الزمال	بہکانا	...
۶۔ شناہ اللہ امر تسری	بھٹکانا	...
۷۔ ڈپٹی نذیر احمد دھلوی	بھٹکانا	...
۸۔ اشرف علی تھانوی	پچلانا	...
۹۔ امین احسن اصلاحی	پھلانا	...
۱۰۔ احمد رضا خاں بریلوی	لغزش	...
۱۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی	فتنه میں ڈال کر مخرف کرنا	...

قارئین، ملاحظہ کیا کہ درج بالا تراجم میں کسی نے "یفتتوک" کے معنی روکنے کے نہیں کئے ہیں کیونکہ عربی میں روکنے یا منع کرنے کیلئے منع (منع) یا صد (یصد)، کے الفاظ موجود ہیں اور قرآن میں بھی یہ الفاظ انہی معنوں میں بے شمار جگہ استعمال ہوئے ہیں، خوف طوالت نہ ہو تو بیسوں آیات ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ صرف سورہ محمد میں اللہ کے راستے سے روکنے کیلئے عن جگہ صد و اکا لفظ استعمال ہوا ہے۔ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا تھا کہ فتن (یفتنه) جب "عن" کے صلہ کے ساتھ آئے تو

"چھیرنے یا مخفف کرنے" کے معنوں میں لیا جائیگا اور اس صورت میں "روکنے" کے معنی لینے کی بھی گنجائش ہے لیکن سورۃ البقرہ کی آیت ۱۰۲ "انما نحن فتنہ" (هم تو محض فتنہ ہیں امیں "عن" کا صلہ موجود ہی نہیں ہے لہذا یہاں "روکنے" کے معنی لینا محض جہالت وہت دھری کی بات ہے اور قرآن کی معنوی تحریف کی بے باکانہ روشنی سے یہاں یہ وضاحت بھی کر دی جائے کہ یہ استدلال کا علمی انداز ہرگز نہیں کہ اگر کسی مقام پر کوئی لفظ کسی مخصوص معنی میں استعمال ہوا ہے تو اسکو بنیاد بنا کر دوسری جگہ بھی سیاق و سابق سے بے نیاز ہو کر وہی معنی کر لئے جائیں۔ یہ انداز تو آیات قرآنی کا مذاق بنانے کے متراffد ہوگا۔ سورۃ مجرکی آخری آیت اسکی واضح مثال ہے، ملاحظہ ہو۔

### وَاعْبُدْ رَبَكَ حَتَّىٰ يَاتِيكَ الْيَقِينُ (الحجر ۹۹)

"اپنے رب کی بندگی کے جاذیہاں تک کہ تمیں یقین (یعنی موت آجائے)"

یہاں "یقین" مفہوم کے لفاظ سے موت کے معنی میں آیا ہے، لیکن صوفیاء اپنے آپ کو مراسم عبودیت کی پابندی سے آزاد قرار دینے کے لئے اسی کو دلیل بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "قرآن میں آیا ہے کہ اس وقت تک عبادت کرو جب تک تمیں یقین نہ آجائے، اب ہم کیونکہ یقین کے مرتبہ پر بیٹھ چکے ہیں، لہذا ہمیں ظاہراً عبادت کی ضرورت نہیں"؛ بلاشبہ یہ انتہائی گمراہ کن نظریہ ہے اور الحمقانہ سوچ کا مظہر۔ لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ موصوف کے طرز استدلال کے مطابق اگر ایک جگہ "یقین بمعنی موت" کی بنیاد پر دوسرے مقامات پر بھی یقین بمعنی موت ہی لئے جائیں تو بات کھاں سے کھاں بیٹھ جائیگی!

الفرض، اس بحث سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ "انما نحن فتنہ" میں فتنہ کے معنی "روکنے" کے لینا قطعاً جہالت ہے، اسکے لئے نہ تو سیاق و سابق میں کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی لغت کے لفاظ سے کوئی گنجائش نہ کتی ہے اور الفاظ بھی ایسے غیر مسم اور واضح ہیں کہ کسی قسم کی باطل تاویل چل ہی نہیں سکتی۔ لغت کا عام اصول بھی ہی ہے کہ اختلاف اللغات کے موقعہ پر معروف معنی کو ترجیح دی جاتی ہے جو سیاق و سابق سے ہم آہنگ ہو اور عبارت کے سلسلہ میں پیوست ہو سکے اور دور از تاویل معنی کو

نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اسکے برعکس منکرین قرآن و حدیث کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ تمام اصول و قواعد سے بے نیاز ہو کر من پسند تاویل و مفہوم کے ذریعے باطل مشن کو تقویت پہنچانے کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں، انکے دین دایمان کا دار و مدار بس اسی پر ہے۔ اس موقع پر پھر ایک بات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کی جاتی ہے، پڑھیں، لطف حاصل کریں اور ان منکرین کی فراست کی داد دیں! اس سے قبل انکے پیشوہ مولوی بشیر نے اپنے کتابچے میں کسی محقق کے حوالے سے انانحن فتنہ کی تشریح کچھ اس طرح کی ہے:

”وَهُوَ (جادوگ) رَا جو كچھ بھی کسی کو سکھاتے تھے تو کے بغیر نہیں سکھاتے تھے کہ دلکھو ہمارا وجود تو ایک فتنہ ہے پھر تم کیوں کفر میں بدلنا ہوتے ہو۔ (انزل القرآن فی رد حکای الشیطین صفحہ ۱۹)

اب قارئین ذرا غور فرمائیں، مولوی بشیر کی نظر میں ہاروت و ماروت و شیطان جادوگر تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے جبکہ ان موصوف محقق کی نظر میں ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھنے سے روکتے تھے ॥ عجیب تماشہ ہے کہ ایک ہی گروہ کا ایک فرد جس موقف کو ثابت کرنے کیلئے اپنی چوٹی کا زور لگا رہا ہے تو دوسرے صاحب اس کی تردید کر رہے ہیں۔ دراصل اصولی موقف سے منحرف ہو کر بے بنیاد موقف اختیار کرنے والے اسی طرح تضاد بیانی کا شکار ہوا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی لکنی ہی حماقتوں کی نہ صرف گزشتہ سطور بلکہ واتقوا اللہ سوئم و چارم میں نشاندہی کی جاچکی ہے۔ سورہ بقرہ کی یہ آیت اس گروہ کے باطل موقف پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ اسکو اپنے اپنے انداز سے انکار حدیث و قرآن کے باطل موقف پر فٹ کرنے کے جتن کرتے رہے ہیں اور ٹھوکر پر ٹھوکر کھاتے چلے جا رہے ہیں اور اس گمراہی اور ذلت و رسوانی ہی کو نادان اپنی کامیابی سمجھ رہے ہیں، یہی کچھ ان کا مقدر ہے۔ کتاب اللہ کی آیت ان پر کیسی چیز پا ہوتی ہے:

الذين حمل سعيمهم في الحياة الدنيا و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا الكهف ۱۰۳

”وہ لوگ کہ دنیا کی زندگی میں جگلی ساری سختی و جد را راست سے بمحکمی ہوئی ہے اور وہ یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ خمیک جا رہے ہیں۔“

اب جو بد نصیب مصلح اور داعی حق کا روپ دھار کے تجزیب کاری پر تکریبہ  
ہو جائیں، کتاب اللہ کی تحریف اور جھوٹ پروپگنڈے کے ذریعے لوگوں کو درغلانے اور  
گمراہ کرنے کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں، انکا یہی مقدرش ہو تو اور کیا ہو؟ اب آیت کا  
اگلا حصہ ملاحظہ ہے:

فَيَتَعْلَمُونَ مِنْهُمَا مَا يَفْرَقُونَ بَيْنَ الْمُرْ وَزَوْجِهِ (البقرة ۱۸۲)

"اپنے بھی اور ان دونوں (حاروم و ماروت فرشتوں) سے وہ علم سمجھتے تھے جس سے شوہرو  
بیوی میں جدائی ڈال دیں"

وصوف نے اس کا ترجمہ درست کیا ہے، یہ ان کی مجبوری ہے کہ اپنے پیشو  
مولوی بشیر کی طرح ہاروت و ماروت کو شیطان کہنے کی ہمت ان میں نہیں۔ لیکن یہ ترجمہ  
ان کے موقف کے یکسر خلاف ہے، لہذا بڑی فناکاری کے ساتھ تشریحی موشکافی کرتے  
ہوئے مطلب برآری کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"جادو کے قائمین اسکا مطلب لیتے ہیں کہ واقعی وہ فرشتوں سے یہ چیز سمجھتے اور فرشتے انکو  
سمحتے تھے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے ... اللہ تعالیٰ اس آیت میں ہی  
اسرائیل کے لوگوں کی خواہش DEMOND کا ذکر کر رہے ہیں نہ کہ فرشتوں کے جادو  
سمحانے کا...." (صحیح، ۱۹)

ملاحظہ فرمائیے ان علامہ صاحب کی علمی شان بے نیازی! آیت کا ترجمہ خود ہی  
کرتے ہیں اور تشریح کرتے ہوئے ترجمہ میں کبھی ہوئی بات کو خود ہی رد کر دیتے ہیں، کتاب  
اللہ کے خلاف الفاظ منہ سے نکالتے اور سپرد قلم کرتے ہوئے نہ تو بھجک محسوس کرتے  
ہیں اور نہ کسی قسم کا خوف، کس جرأت و بیباکی سے قرآن کی بات کو رد کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں "حالانکہ بات یہ نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے ... " گویا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا وہ اصل بات نہیں، ان منکرین و ملحدین کا فرمایا ہوا اصل بات ہے، نتوذ باللہ من  
تمک خرافات الملحدین!! اب کوئی ان ظالمون سے پوچھئے کہ آپ کوئی اختیار کہاں سے مل  
"شاید موصوف کی مراد DEMAND" سے بے جستے معنی "مطلوبے" کے ہیں نہ کہ "خواہش" کے!

گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمودات اور قرآنی آیات میں ترمیم و تفسیح کرتے چلے جائیں دراصل۔ راتوں رات عالم بن کر اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو کر ایسے علی ٹلوں چھوڑنے والوں کی یہی روشن ہوا کرتی ہے، اور گروہ منکرین میں اکثریت ایسے ہی "علماءوں" کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، آیات قرآنی کا دھڑلے سے انکار کرتے ہیں اور اسکے جواز کے لئے معنوی تحریف کا سارا لے کر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ اس آیت میں بنی اسرائیل کے لوگوں کی خواہش کا ذکر کر رہے ہیں نہ کہ فرشتوں کے جادو سکھانے کا..." (صفحہ ۱۰)

کیا ان کے پاس وہی آگئی ہے یا کوئی صوفیوں والا نام نہاد "باطنی علم یا علم لذتی" انکو حاصل ہو گیا ہے جو اصول لغت اور نصوص قرآن سے بے نیاز ہو کر بڑے اعتماد سے کہدیتے ہیں کہ ایسا نہیں ایسا ہے۔ خود اپنا ہی کیا ہوا آیت کا ترجمہ موقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے۔ جھٹکاریا جاتا ہے، گویا کہ قرآن کی بات انکے حلق سے نہیں اترتی؛ قرآنی آیت کے الفاظ میں جب باطل موقف کے لئے گنجائش نہیں پاتے تو تفسیح تاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ غور فرمائیے، آیت کے متن اور انکی تشریع میں کیا تضاد ہے؟ یہ تو وہی طرز عمل ہے جو دیوبندی مفسروں نے اختیار کیا ہے۔ سورہ فاتحہ کی اس آیت کا ترجمہ تو صحیح کیا ہے۔

لیاک نعبد ولیاک نستعن "تیری ہی تم بندگی کرتے ہیں اور بھی سے مدد چاہتے ہیں" لیکن تشریع میں اپنا کارنامہ انجام دیدیا کہ

"اس آیت شریف سے معلوم ہوا کہ اسکی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد امکنی بالکل ناجائز ہے ہیں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استحانت قاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استحانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استحانت ہے۔" (تفسیر عثمانی صفحہ ۲)

اس طرح حصہ داد تشریع کے ذریعے آیت کا انکار ہی کر ڈالا۔ یہی انداز ان موصوف کا ہے۔ انکار حدیث و قرآن کی روشن اختیار کر کے اب یہ اس طرز عمل کو

اختیار کرنے کے لئے مجبور ہیں۔

اب آئیے آیت کے اگلے حصہ پر غور کریں:

و ما هم بِضَارِّنَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا ذَانَ اللَّهُ الْبَقْرَةَ (۱۲۵)

"وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو بھی نصان نہیں پہنچ سکتے تھے سو اے اللہ کے اذن کے" موصوف اور انکے منکرین ہمنوا اس صحیح ترجیح کو تو تسلیم کر جی نہیں سکتے کیونکہ اس سے تو ان کے باطل موقف پر شدید چوت پڑتی ہے، چنانچہ یہ لوگ اس کو رد کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتے رہے ہیں، اور اب موصوف بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے ایک چال چلتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"اب ان کی خدمت میں اپنی ہی ایک آیت بیش کی جاتی ہے، اسکا ترجمہ بھی وہ اسی طرح کریں اور پھر نتیجہ دیکھیں۔ سورہ مومن میں ہے، وساکان رسول لہ یا قبیلۃ الاباذن للہ (المؤمن، ۸)، اب اسکا ترجمہ ان کے طریقے سے اس طرح ہوگا" اور کسی رسول کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی مسجدہ دکھا سکتا، مگر اللہ کی اجازت سے "یعنی موسیٰ علیہ السلام بذات خود لاٹھی کو اڑو دھا نہیں بنایا سکتے تھے مگر اللہ کی اجازت سے لاٹھی کو اڑو دھا بنایا سکتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کو اڑو دھا بنائے کا اختیار موسیٰ علیہ السلام کو دیدیا۔ مزید آگے جائیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی صفت "کن فیکون" میں اپنا شریک بنالیا... " (صفر ۲۰۔)

ملاحظہ فرمائیے، موصوف کی کچھ فکری اور عیاراتہ چالبازی۔ ایک معمولی سوچ بوجھ والا انسان مطالعہ قرآن کے بعد اسکا اندازہ کر سکتا ہے کہ یعنی تان کے اس انداز کو اختیار کر کے تو قرآن کی کسی بھی آیت کو اسکے اصل اور حقیقی معنی و مفہوم سے پھیرا جاسکتا ہے؛ انکار کی روشن پر چلنے والوں کا یہی انداز ہے جسکو موصوف نے اپنایا ہوا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات ہی نہیں کیونکہ انکے تو متن کا انحصر اسی طریقہ کا رپر ہے۔

ہر نوع، اب ذرا درج بالا آیت پر غور کر لیں۔ بات یہ بتائی جا رہی ہے کہ دعوت حق سے روگردانی کرنے والی قوم جب انبیاء، علیهم السلام سے مجرمات کا مطالبه

کرتی ہے تو انکو جواب میں یہی بتایا جاتا ہے کہ مجھرات تو اللہ ہی کے اختیارات میں ہیں، کوئی رسول اپنی خواہش یا قوم کے مطالبے پر اپنی طرف سے مجھرات نہیں لاسکتا۔ اسی حقیقت اور کلیے کو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ موصوف کا اس بات کو اس انداز میں بیان کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو لامتحبی سے اڑدھا بنانے کا اختیار دیکر اپنی "کن فیکون" کی صفت میں شریک کر لیا انتہائی جابلانہ فریب کاری ہے۔ کیا موصوف اس بات سے واقف نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے تو عصاء کا استعمال بھی اللہ ہی کے حکم سے کیا، اُن کو ہر مرتبہ حکم ملا: "عصا کو پانی پر مارو، پتھر پر مارو، جادوگروں کے سامنے پھینکو"۔ اسکے بوجود "کن فیکون" کی بات کرنا بلاشبہ "جرائم ترندانہ" والا ہی انداز ہے اور حقائق کو توڑنے مروڑنے کی بے باکانہ روشن۔ قارئین، یہ وہی گھاپٹا حرثہ ہے جسکو "ما فوق الاصاب" کی طرح بار بار استعمال کیا گیا ہے اور موصوف کی ان منکرانہ موشکافیوں پر گزشتہ سطور میں بھرپور تبصرہ کر دیا گیا ہے۔ غور فرمائیے، نبیؐ کی پوجا پاٹ کرنے والوں کی تو بات ہی اور ہے، لیکن قرآن کا مطالعہ کرنے والا تو ہر حال اس لفٹے اور حقیقت سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ مجھرات کا ظہور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت پر مختصر ہے، نبیؐ کی خواہش، ارادے اور مرضی کو نہ تو اس میں کوئی دخل ہے اور نہ ہی نبیؐ کو اس پر کوئی اختیار۔ اب یہاں خواہ مخواہ "کن فیکون" کے الفاظ ٹھونس کر آنکھوں میں دھول جھوٹکنے کی کوشش کرنا انتہا درجہ کی احتمالہ وجابلانہ عیاری ہے۔ اس سلسلے میں ذرا ان آیات پر بھی نظر ڈالیں جن میں عیسیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ مجھرات کا ذکر ہے:

إِنْ قَدْ جَنَّتُكُمْ بِآيَةٍ مِّنْ رِّبِّكُمْ إِنَّ الْخُلُقَ لِكُمْ مِّنَ الظِّنِّ كَمِنَةُ الطَّيِّبِ فَانْتَفِعُ فِيهِ فِيْكُون

طَيِّبٌ أَبَدَنَ اللَّهَ وَابْرَى الْأَكْمَهُ وَالْأَبْرَصُ وَاحِيَ الْمُوقِّعُ بِأَبَدَنَ اللَّهَ      آل عمران ۱۳۹

"میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نعلیٰ لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی صورت میں ایک مجسم بنانا ہوں اور پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے اور اندھے اور ابرص کو تندروست کر دیتا ہوں اور مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے"

قرآن نے جس انداز سے یہاں صحیحات کا ذکر کیا ہے اس سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام متعلقہ کام اپنے ہاتھ سے سرا نجام دیتے ہیں لیکن صحیح وقوع پذیر اللہ کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ جبکہ عصائے موسیٰ کے اژدھابنے کے مطلعے میں تو موسیٰ علیہ السلام کوئی کام اپنے ہاتھ سے بھی نہیں کرتے، بلکہ اس کو پھینکنے کا حکم بھی اللہ کی طرف سے صادر ہوتا ہے۔ غور فرمائیے، موصوف نے آیت کے سیدھے سادھے الفاظ کو موشکافیوں کے ذریعے کس طرح لمحانے کی کوشش کی ہے۔ ان کے استدلال کی رو سے سورہ مومن آیت ۸، کا درست ترجمہ کرنا یعنی "کسی رسول" کے بس میں نہ تھا کہ وہ کوئی صحیح و کھاسکتا سوائے اللہ کے اذن کے "گویا نبی" کو اللہ کی صفت "کن فیکون" میں شریک کرنا ٹھہرا، یا بالفاظ دیگر ان منکرین کے موقف کی رو سے کسی نبیٰ کا اللہ کے اذن سے صحیح و کھانا، اللہ کی صفت "کن فیکون" میں شریک ہونا ہے؟ اب ذرا سورہ آل عمران کی اس آیت پر پھر نظر ڈال لیجئے، عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ "میں اللہ کے اذن سے اندھے اور ابرص کو درست کر دیتا ہوں اور مردے کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے"

کیا موصوف اور منکرین کے نقطہ نظر سے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ اعلان ہے کہ میں اللہ کی "کن فیکون" کی صفت میں شریک ہو گیا ہوں؟ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے ان کے صحیحات یاددالاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَتَبَرِّى الْأَكْمَهُ وَالْأَبْرَصُ بِأَذْنِي وَلَا تَخْرُجُ الْمَوْقِنُ بِأَذْنِي (الْمائدَة١٢٠)

"اور (جب) تم اندھے اور ابرص کو میرے اذن سے نھیک کر دیتے تھے اور جب تم مردوں کو میرے اذن سے نکلتے تھے"

تو کیا موصوف کے استدلال کی بناء پر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے کہ میں نے عیسیٰ کے ہاتھوں یہ "ما فوق الاسباب" کام کرائے، مردے کو زندہ کرائے، اندھے کو بینائی دلوائے اسکو اپنی صفت "کن فیکون" میں شریک کر لیا ہے؟ نعوذ بالله من هلک نحرافات المنکرین۔

قارئین کو یاد ہوگا، گزشتہ سطور میں مجھے پر کی گئی بحث میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ نبیؐ کا مجھہ دراصل ربِ فواجلال کی عظیم قدرت کا فوق الاصاب مظاہرہ ہوتا ہے جو نبیؐ کی نبوت کی نشانی کے طور پر ظہور پذیر ہوتا رہا ہے، اور اسکے وقوع میں نبیؐ کی خواہش، ارادے اور مرضی کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اذن و مشیت کے تبع ہوتا تھا۔ قرآنی آیات میں اس حقیقت اور کلئے کو ”الاباذن لله“ کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن موصوف نے اپنے کچھ فکرانہ انداز سے آیات قرآنی کو بڑی ستم ظرفی سے تختہ مشق بنایا ہوا ہے۔ اس اصول کی مزید وضاحت کیلئے چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حق کو باطل سے اور گراہی کو ہدایت سے بالکل الگ اور ممیز کر دیا اور انسان کو اختیار و آزادی دے کر امتحان میں ڈال دیا، کہ جو چاہے حق کو قبول کرے اور جو چاہے گراہی کا خریدار بنے۔ اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس آیت پر غور کریں:

و ما كان لنفس ان تو من الا باذن الله یونس ۱۰۰

”کوئی نفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لاسکا۔“

اب موصوف کے منکرات طرزِ استدلال کی رو سے کیا اس آیت کا یہ مفہوم لیا جاسکتا ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں لاتے وہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کا حکم نہیں دیا! پھر تو وہ محصورِ محض ہوئے، ان کی پکڑ کس طرح کی جاسکتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم تو نہیں کرتا، بات یہ ہے کہ آیت کا مفہوم نصوصِ قرآنی کے مطابق لیا جائیگا۔ بلاشبہ اللہ کی مشیت ہر شے اور ہر عمل پر حاوی ہے، اس کے اذن و مشیت کے بغیر ایک مزکی حرکت بھی ممکن نہیں، ہمِ اللہ تعالیٰ نے منصوبہ امتحان کے تحت انسان کو کچھ محدود آزادی و اختیار دے کر دنیا میں بھیجا ہے، لہذا جو ایمان لا کر عملِ صلح کی روشن اختیار کرے گا تو وہ اس کا صلحہ پائے گا اور جو ایمان نہ لائے گا وہ محروم رہیگا۔ اللہ تعالیٰ نے

حق کو قبول کرنے کی جزا اور روگردانی کے انعام کو بھی واضح کر دیا ہے اور انسان کو مہلت دی ہے کہ وہ جو راہ بھی چاہے اختیار کرے۔ اس کائنات کا نظام تو اللہ کے اذن و مشیت کے اصول کے تحت چل رہا ہے، اب یہ اصول اگر موصوف کے منکرات و مخداد و موقف میں فٹ نہیں ہوتا تو یہ اس نظام کا قصور ہرگز نہیں۔ یہ نظام باذن اللہ چلتا رہا ہے اور چلتا رہیگا۔ کسان بل سے زمین تیار کر کے باذن اللہ فصل اکاتا ہے، اکاتا رہے گا، ڈاکٹر کے علاج سے مریض باذن اللہ شفاء پاتا ہے، پاتا رہیگا۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ انسان کو مصیبت و تکلیف نہیں پہنچتی الا باذن اللہ، اور کوئی نفس موت سے ہمکنار نہیں ہوتا جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ کوئی قتل نہیں ہو سکتا بغیر اللہ کے اذن کے۔ اب کوئی یہ طرز استدلال اپنائے کہ جتاب جب ساحر کے حمرے کسی کو نقصان نہیں پہنچ سکتا، نقصان تو اللہ کے اذن سے ہی پہنچتا ہے تو قاتل کے قتل سے کوئی نہیں مر سکتا، اللہ کے حکم سے مرتا ہے تو پھر قاتل کو سزا دینا تو غلط ٹھرا؛ العیاذ باللہ۔ اس کا جواب قرآن و حدیث میں واضح کردہ قانون اذن و مشیت کے تحت دیا جاتی ہے کہ مقتول قاتل کے اقدام قتل کے نتیجہ میں مرا (بلاشبہ اللہ کے اذن و مشیت کے تحت) اور مسحور پر باذن اللہ تخلیقی اثر ہوا ساحر کے شیطانی عمل کے نتیجہ میں، لہذا اقدام قتل کا مرکب سزاوار ٹھرا اور عمل سحر کا مرکب کافرو مشرک قرار دیا گیا اور اس جرم میں سزا کا مستحق ٹھرا۔ لیکن نہ تو قاتل ایک جان لے کر اللہ کی "کن فیکوہ" کی صفت میں شریک ہو اور نہ ہی ساحر باذن اللہ قوت مختلہ پر اثر انداز ہو کر اللہ کا شریک ہوا، کیونکہ اللہ کے اذن و مشیت کے بغیر نہ قاتل کسی کو مار سکتا ہے اور نہ ساحر کا سحر کسی پر اثر کر سکتا ہے، نافع و ضار (ما فوق الاصاب اور ما تحت الاصاب) اصرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے، کوئی اور نہیں۔ اس عقیدے سے بال برابر انحراف کرنے والا کافرو مشرک قرار دیا جائیگا۔

قارئین، موصوف اور ان کے ہمناؤں کی تضاد بیانیوں کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے کہ تمہیں کہیں اپنی کبھی ہوئی بات خود ہی رد کر دیتے ہیں اور کبھی کبھی خود اپنے

موقف کو بھی جھلادیتے ہیں۔ اب اسکا ایک اور نمونہ پیش خدمت ہے۔ سورہ بقرہ (۱۰۲) کے آخری حصے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں "تو ترجمہ اس طرح ہو گا" پھر ترجمہ کرتے ہیں "اور وہ اس (جادو وغیرہ) سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچاسکتے تھے، سوائے اس کے کہ اللہ ہی (اس نقصان کا) حکم دے دے" (صفحہ ۲۰)

قارئین، ملاحظہ فرمایا، موصوف فرماتے ہیں کہ "جادوگر نقصان نہیں پہنچاسکتے سوائے اس کے کہ اللہ اس کا حکم دیدے"۔ بالفاظ دیگر "اللہ کے اذن سے جادوگر نقصان پہنچاسکتا ہے"۔ اس طرح موصوف بالآخر جادوگر کے (باذن اللہ) نقصان پہنچانے سے اتفاق کر کے "جادو کے قاتلین" میں شامل ہوئی گئے اور صحیح موقف سے اتفاق کر کے انجام کار وہی بات کہدی جس کو اب تک رد کرتے رہے تھے۔ انکے اس ترجیح کا ہمارے پیش کردہ ترجیح سے مقابلہ کر لیجئے:

"وہ اس (جادو) کے ذریعے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچاسکتے سوائے اللہ کے اذن کے" دونوں میں کوئی فرق نہیں طیگا، جو بات قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم کہتے رہے ہیں، اب وہی بات موصوف بھی کہ گئے، اب یہ اور بات ہے کہ حیله سازی اور پینترے بازی کے ذریعہ دفاعی موقف اختیار کریں۔

اس کتابچے کے صفحہ ۲۲۰۲۱ پر مویٰ علیہ السلام اور ساحرین مصر کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ موصوف اور انکے ہمتو اگر قرآن کے بیان کردہ واقعات کو من و عن تسلیم کر لیں تو یہ انکے باطل موقف پر ضرب کاری ثابت ہو لےدا مخصوص مقامات پر تحریف کے ذریعے واقعات کو اپنے مطلوبہ پیرائے میں ڈھلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر مویٰ علیہ السلام سے مقابلے کے وقت جادوگر کہتے ہیں "اے وہی تم پھنسکتے ہو یا ہم پھنسنکیں"۔ اسکے لئے سورہ اعراف اور طہ میں درج ذیل الفاظ آئے ہیں:

امان تلقی و امان نکون نحن الملقین (الاعراف ۱۱۵)

"(انہوں نے مویٰ" سے کہا) تم پھنسکتے ہو یا ہم پھنسنکیں"

امان تلقی و امان نکون اول من القی (طہ ۱۲۵)

"انہوں نے موسیٰ سے کہا تم پھینکتے ہو یا پسلے ہم پھینکیں"

ان کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بل القوا یعنی "تم ہی پھینکو"۔ یہ تو قرآن کے الفاظ ہیں، لیکن موصوف نے "پھینکو" کی بجائے "کرتب دکھاؤ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اب کوئی ان سے پوچھے قرآن میں وہ کون سے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ "کرتب دکھاؤ" کیا گیا ہے؟ گزشتہ سطور میں بھی اس بات کی نشاندھی کی جائی ہے کہ موصوف نے باطل موقف کو ثابت کرنے کے لئے زمین ہموار کرتے ہوئے قرآنی الفاظ "رسیاں اور لامھیاں پھینکیں" کی جگہ اپنے ڈیزاں کردہ الفاظ "اپنی بنائی ہوئی چیزیں پھینکیں" ٹھونے اور جاؤ و بسحر عظیم کا ترجمہ کرتے ہوئے "اور بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ بنائکر لائے تھے" کے الفاظ استعمال کئے۔ پھر صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:

"جب ساحروں (شعبدہ بازوں) نے اپنے فن سے بنائی ہوئی خاص رسیاں اور لامھیں پھینکیں...." (صفحہ ۲۳)

ملاحظہ فرمائیے، ان ظالم محدود و منکروں نے آیات قرآنی کو اپنے حربیوں اور کرتبوں کا میدان بنالیا ہے، کیسی بے باکی اور منکرانہ چالبازی سے قرآنی آیات کو اپنے ڈیزاں کردہ الفاظ کا جامہ پہنادیتے ہیں، اور اگر کہیں کچھ الفاظ انکے موقف سے ہم آہنگ نہ ہوں تو انتہائی چالاکی و چاہکدستی سے اس مقام پر ان الفاظ کو حذف کر دیا جاتا ہے اور کہیں اپنے ڈیزاں کے ہوئے الفاظ ٹھونس دئے جاتے ہیں۔ اس کا ایک اور نمونہ ملاحظہ کیجئے۔ ساحروں سے مقابلہ کا احوال رقم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تو انہوں نے اپنی لامھیاں اور رسیاں پھینکیں، جو موسیٰ علیہ السلام کو اور لوگوں کو اس طرح محسوس ہوئیں چیزے دوزرہی ہوں" (صفحہ ۲۲)

ملاحظہ کیا۔ کیسی چاہکدستی سے فلمما القوا کے بعد آنے والے الفاظ سحر و المعن الناس واسترہو هم وجہا و بسحر عظیم یعنی "لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انہیں ڈرا دیا اور بڑا زبردست جادو لائے" غائب کر دئے اور سورۃ طہ کے الفاظ یغیل الہ من سحرهم انہا تسعی یعنی "موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ان (لوگوں) کے سحر کی وجہ

سے رسیاں اور لاثھیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہو سیں "بھی ہضم کر گئے۔ یہاں عبارت کے تسلسل میں ان الفاظ کو حذف کرنے میں عافیت سمجھی اور صفحہ ۲۲ پر ان الفاظ کو لائے تو ان کا ترجمہ محرف شدہ پیش کر کے کام چلا دیا۔ ملاحظہ ہو، بغیل الہ من سعدم نہاتسی کا ترجمہ کیا گیا:

"ان کی فن کاری اور (شعبدہ بازی) سے موئی کے خیال میں دوڑتی ہوئی محسوس ہو سیں"

(صفحہ ۱۲۳)

ملاحظہ فرمایا کہ یہاں الفاظ لائے بھی تو سحر کے ترجیے میں اپنے ڈیزائن کردہ الفاظ "فن کاری اور شعبدہ بازی" "ٹھونس دئے گئے۔ قارئین گزشتہ سطور میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے سورہ بقرہ آیت ۱۴ کے واقعات کے سلسلے میں سحر کا ترجمہ "جادو" کیا تھا لیکن یہاں یہ ترجمہ خلاف حکمت سمجھا گیا اور اس کی جگہ ڈیزائن کے گئے الفاظ سے کام نکلا گیا۔ ان کے پیشوں مولوی بشیر احمد بھی اپنے کتابوں میں یہی کھلیل کھلیتے رہے ہیں یعنی مخصوص مقامات پر سحر کے لئے دوسرے الفاظ استعمال کئے اور بعض دوسرے مقامات پر سحر کا ترجمہ جادو ہی کرتے رہے ہیں۔ ہم حبل اللہ اور واتقواللہ میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ قرآن کی آیات اور احادیث میں بیان کردہ سحر کا مطلب محض ہاتھ کی صفائی نہیں جیسا کہ گزشتہ سطور میں وضاحت کر دی گئی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل تو نبائی کا روایت کردہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس میں عمل سحر کی نوعیت صراحت کے ساتھ بتادی گئی ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ سحر بلاشبہ کفر و شرک ہے جبکہ فن کاری یا شعبدہ بازی بذاتہ کفر و شرک نہیں بلکہ محض لغو اور فسق و فجور میں شمار ہو سکتا ہے، تو پھر عمل سحر اور فن کاری یا شعبدہ بازی کو ایک ہی چیز کیے قرار دیا جاسکتا ہے؛ سحر کے معنی اور مفہوم پر علی بحث گزشتہ سطور میں کر دی گئی ہے، یہاں اُس کے اندازہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس بحث کو پیش نہ لر رکھا جائے تو موصوف کی درج بالا آیت کی فن کارانہ تحریف و تبدیلی اور اپنے مطلب کے مطابق کمی بیشی کا بخوبی اندازہ ہو سکے گا۔

اس کے بعد سورہ یونس آیت ۱۸ کے ساتھ بھی موصوف نے یہی طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ مقابلہ کے وقت ساحرین مصر سے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا، ما جتنم بہ السحر یعنی "جو کچھ تم لائے ہو وہ سحر ہے"۔ موصوف رقطراز ہیں کہ:

"... موسیٰ نے کہا کہ جو کچھ تم نے پھینکا ہے یہ سحر (جھوٹ) ہے۔" (صفحہ ۲۳)

پھر انگلے صفحے پر لکھتے ہیں:

"موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو حقیقت حال بانے کے لئے جادوگروں سے کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ تم دکھار بے ہو جھوٹ ہے۔ حقیقت نہیں ہے، یعنی تمہاری رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ نہیں رہی ہیں اکیونکہ یہ بے جان ہیں ابکلہ محض تمہاری شعبدہ بازی کا کرشمہ ہے۔" (صفحہ ۲۴)

قارئین ملاحظہ فرمائیں موصوف کی کارستاناں۔ قرآن کا تو بیان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ما جتنم بہ السحر (جو کچھ تم لائے ہو سحر ہے) لیکن موصوف اس کا بدل بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے جھوٹ کہا تھا، درآں حالیکہ سحر کے معنی "جھوٹ" ہیں ہی نہیں جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا گیا ہے، اور یہاں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ظلتی۔ البتہ ما جتنم بہ الكذب کا ترجمہ ہو گا "جو کچھ تم لائے ہو، جھوٹ ہے"۔ کیا موصوف قرآن کو بدلتے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں؟

گزشتہ سطور میں انگلی تحریفات کے چند نمونے پیش کئے گئے ہیں، موصوف پہلو بدل کر کبھی تو سحر کے معنی "جھوٹ" کرتے ہیں اور کبھی "شعبدہ بازی" اور کبھی "وحوکہ"۔ اور سحر عظیم کے معنی بیان کرتے ہیں "بڑا ہی زبردست جادو یعنی سامان دھوکہ"۔ "تلقی" کے معنی لکھتے ہیں "کرتب دکھاؤ" اور "جالهم و عصیهم" کے مفہوم کے لئے لاتے ہیں "اپنے فن سے بنائی ہوئی خاص رسیاں اور لاٹھیاں"۔ یہ ہیں ان کے منکرانہ انداز کے چند نوادرات۔ دراصل آیات قرآنی کے ساتھ یہ کھلیں اس منکرانہ شیطانی مشن کا خاصہ ہے کیونکہ اس روشن کو اپنائے بغیر یہ لوگ اپنے منتخب کردہ گمراہی کے راستے میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ قارئین کے علم میں ہے کہ ان

کا پیش رو مولوی بشیر تو اسی شیطانی جذبہ تحریف میں جوش و خروش کے ساتھ تمام حدود پھلانگ کر اتنا آگے بڑھا کہ اس نے فرشتوں کو شیطان ٹھرا یا اور قرآن کی لفظی تحریف اور رد بدل سے بھی گریز نہ کیا؛ اس پیترے بازی کی روشن کے بغیر انکو اپنا کام چلتا نظر نہیں آتا لہذا "سحر و المین الناس" میں سحر کے معنی "دھوکہ" کیا، "بغیل الیه من سحرم" میں سحر کے معنی "شعبدہ" لیا اور "ما جسم به السحر" میں سحر بمعنی "تجوٹ" لیکر کام چلایا اور دیگر مقامات پر سحر کے معنی جادو لینے میں کوئی قباحت نہ کجھی!

موسیٰ علیہ السلام اور ساحرین مصر کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے موصوف کا سارا زور اس بات پر ہے کہ کسی بھی طرح ساحروں کو شعبدہ باز ثابت کیا جائے اور کسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ وہ اپنے فن اور کاریگری سے "خاص قسم کی" لاٹھیاں اور رسیاں "بنانکر لائے تھے" جن کے اندر انہوں نے کوئی ایسی چیز رکھی تھی جسکی وجہ سے وہ ایک جگہ پڑے ہونے کے باوجود دلکھنے والوں کو دوڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں (صفحہ ۲۲)۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کا ذکر ہوا ہے لیکن کہیں بھی کوئی ایک لفظ یا اشارہ تک ایسا نہیں ملتا جو موصوف کے "شعبدہ بازانہ" موقف کو سمارا دے سکے؛ تو اب اس کو موصوف اور ان کے ہمنواؤں کے "ذہن نارسا" کا کمال ہی کجھے کہ بغیر بنیاد کے باطل موقف کی عمارت کو استوار کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں۔ ذرا دلکھنے، کتنی آسان اور زود فہم ہے یہ بات کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اگر شعبدہ بازی ہی ہو رہی ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام کو اس فریب کا پردہ چاک کرنے میں کتنی دیر لگتی؛ وہ تو بلاشبہ سحر و شعبدہ بازی کے فرق اور حقیقت کو ہم سب سے زیادہ جانتے تھے، لاٹھیوں اور رسیوں کو اٹھا کر دکھادیتے اور جادو گروں کے دھوکے اور شعبدہ گروں کے شعبدے کا پردہ فاش کر دیتے۔ اس کے بجائے موسیٰ علیہ السلام تو بس یہی فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ ابھی اسے باطل کئے دیتا ہے"۔ قرآن کے یہ الفاظ تو صاف بتا رہے ہیں کہ ساحروں کا عمل شعبدہ بازی نہ تھا بلکہ "سحر" تھا، اور ایسا سحر جس کو رب ذوالجلال "سحر عظیم" فرماتا ہے ورنہ شعبدے کے ابطال کے لئے مجزے کی ضرورت نہیں۔

یہ بات تو معمولی عقل و فهم والا بھی جانتا ہے کہ انبیاء کے مقابلے کے لئے ہاتھ کی صفائی دکھانے والے بازیگر، شعبدہ باز قسم کے لوگ نہیں آیا کرتے۔ غور فرمائیے، انبیاء تو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ محبزے سے باذن اللہ مردے کو زندہ کریں اور تابینا کو بینا کر دکھائیں، لاثمی کو حقیقی سانپ بنادکھائیں اور انکے مقابلے کے لئے ہاتھ کی صفائی دکھانیوالے بازی گرو شعبدے باز لائے جائیں! بلاشبہ ایسی احتمالہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو عقل سلیم سے بالکل ہی عاری ہو۔ دراصل اہم بات تو وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے کہ خود قرآن نے "جالهم و عصیهم" کے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے عموم مراد ہے یعنی عام رسیاں اور لاثمیاں اور یہ اصول ہے کہ عموم میں خصوصیت پیدا کرنے کیلئے دلیل مطلوب ہوتی ہے جو یہ انشاء اللہ کبھی پیش نہیں کر سکتے!

قارئین، گزشتہ سطور میں انکی تضاد بیانی کا ایک نمونہ پیش کیا گیا تھا کہ انکے پیشوں مولوی بشیر کی نظر میں ہاروت و ماروت دو شیطان جادوگر تھے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے جبکہ ان موصوف کی نظر میں ہاروت و ماروت دو فرشتے تھے جو لوگوں کو جادو سکھنے سے روکتے تھے! اب ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔ سورہ اعراف کی آیت (۱۱) فاذا ہی تلفظ مایا فکون کی تشریع کرتے ہوئے مولوی بشیر احمد نے مودودی صاحب کے ترجمہ کو اختیار کیا ہے کہ:

"آن کی آن میں وہ (محبزے سے بنا ہوا) سانپ ان کے جھوٹے ظلم کو نگنا چلا گیا۔"

(احمر کی حقیقت از بشیر احمد صفحہ ۲۹)

اس کے بر عکس اس کتابچے میں موصوف لکھتے ہیں کہ  
"تلفظ کرنے ہیں کسی مادی چیز کو نگنا کو" (صفحہ ۲۳)

فرق ملاحظہ کیا، ایک محقق کے نزدیک تلفظ سے مراد مادی طور سے لاثمیوں اور رسیوں کو نگنا ہوا تو دوسرے کے نزدیک غیر مادی طور سے "جھوٹے ظلم کو نگنا" ہوا! اب آپ کو اندازہ ہوا کہ یہ کیسے تضاد فکری کا شکار ہیں! غور فرمائیے، یہ تضاد ذہن و فکر کے حامل افراد پر مشتمل گروہ تضاد فکری کی طرف ہی لوگوں کو بلارہے ہیں!

قارئین، موصوف کے پرفیب طرز استدلال کا خصوصی اور مرکزی نکتہ گزشتہ صفات میں بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں کو فریب دینے کے لئے قرآنی آیات پیش تو کرتے ہیں لیکن اصول لغت اور نصوص قرآن سے بے نیاز ہو کر آیات کو اپنے ڈیزائن کردہ الفاظ کا جامہ پہنا کر مطلوبہ نتائج اخذ کر دھلتے ہیں کہ "اس آیت سے یہ ثابت ہوا..."۔ اس کے متعدد نظائر پہلے ہی پیش کئے جا چکے ہیں۔ اب ان کے استدلال کی بے تکمیلی اور بے وقعتی کے کچھ اور نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔ جادوگروں کے سحر کے بارے میں قرآن کے الفاظ ہیں:-

انما صنعوا اکید ساحر اطہ ۱۹

اس آیت کے لفظ "صنعوا" کے بارے میں موصوف کی گرفتاری ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں، "صنعوا صنع سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو مصنوعی طور پر بنانا، اسی سے لفظ صفت مانوذ ہے جس کے معنی ہیں خام مال سے چیزوں کو بنانا جیسے کچھے کی صفت، برجن سازی کی صفت وغیرہ۔" (صفحہ ۲۲)

موصوف کے استدلال کی بنیاد نہ قرآن و حدیث ہے اور نہ اصول لغت، بلکہ پیش نظر ایک ہی مقصد کہ وہ معنی بیان کئے جائیں جن کے ذریعے ساحر شعبدہ گر ثابت ہو سکے، اس کا سحر شعبدہ قرار دیا جاسکے اور رسیاں والاٹھیاں خصوصی طور سے انکے "اپنے فن سے" بنالی ہوتی اشیاء شعبدہ گری ثابت کی جاسکیں؛ اسی کے لئے آیات قرآنی میں ہمیر پھیر اور طویل بحث و تمجیس کے ذریعے زمین ہموار کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ لفظ "صنع" مفعض اشیاء کے بنانے اور صفت وغیرہ ہی کیلئے استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ موصوف نے خواہ مخواہ باطل مقصد کے لئے اسکو بالکل اسی حد تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے جس حد تک یہ اردو میں مستعمل ہے ورنہ عربی لغت اور قرآن و حدیث میں اس کو صفت کے علاوہ مختلف کاموں اور تدا بیر وغیرہ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے، شہوت کے لئے کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ انسانی افعال و تدا بیر اور دیگر کاموں کے لئے اس لفظ کا استعمال بکثرت ہوتا ہے، ملاحظہ ہو:-

وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ الْعِنْكَوْت ۱۳۵

"اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"

وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يَحْسِنُونَ صَنَعًا الْكَهْف ۱۶۲

"اور وہ میں سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ تھیک ہی کر رہے ہیں"

فلکی نظام کے تحت سر انجام دئے جانے والے کاموں کیلئے "صنع" کا استعمال ملاحظہ ہو:

وَالْفَيْتُ عَلَيْكَ مَحْبَةً مَثِيلَةً وَلَتَصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي طہ ۱۲۹

"اور اے موی زماں نے اپنی طرف سے تم پر محبت ڈالدی، تاکہ تم سیری نگرانی میں پورش پو"

یہاں لفظ "صنع" پورش کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

صَنْعُ اللَّهِ الَّذِي أَتَنَّ كُلَّ شَيْءٍ النَّعْلَم ۱۸۸

"ای اللہ ہی کی صفائی ہے جس نے ہر چیز کو مخلوقی سے استوار فرمایا"

یہاں اختصار کے پیش نظر چند آیات پر ہی اکتفاء کیا گیا ہے وردہ قرآن میں اسکی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظ "صنع" حقیقی چیزوں، انسانی افعال و مدارک وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے موصوف کی لاعلمی اور انکے دعوے کی بے بضماعتی واضح ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا، موصوف جو یہ من گھڑت باہیں بلا دلیل سپر قلم کئے چلے جاتے ہیں اس سے انکا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے کم عقل و فهم اور کم علم ہمنواؤں کو باطل مقصد پر مطمتن کر کے جائے رکھیں۔ انکا "ولی" انکو تھپکی دیکر اکسٹار رہتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ "بس سب تھیک ہو رہا ہے"! سورہ طہ کی آیت ۴۹ میں آئے ہوئے لفظ "کید" پر بھی کچھ خاصہ فرسائی کی گئی ہے، آئیے ذرا اس پر بھی غور کر لیں۔ فرماتے ہیں کہ:

"لَمَا صَنَعُوا كَيْدًا سَاحِرٌ كَيْدَ كَيْتَهُ هُنَّ كُسْكَيْنَ كُوْنَ دَيْنَ كَيْنَ كَيْنَ لَهُ خَفِيَهٗ چَلَّ چَلَّنَ كَوْ، تو مَعْنَى

اس کا یہ ہوا کہ یہ جو کچھ انہوں نے مصنوعی طور پر بنایا ہے، ساحر کی خفیہ چال ہے۔ یعنی

اس سبب کو انہوں نے خفیہ رکھا ہے..." (صفہ ۲۲)

گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا ہے کہ موصوف غلط کو بھی حتیٰ انداز میں بیان کرتے ہیں مگر ذرا سا غور کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ یہ تو محض "فریب اور دھوکے کا سامان" ہے۔ ذرا موصوف کا انداز بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساحروں نے جو رسیل اور لائھیں پھینکیں تھیں، وہ عام رسیل اور لائھیں نہ تھیں بلکہ انکی کارگیری سے تیار شدہ خاص رسیل اور لائھیں تھیں جن کے اندر انہوں نے کوئی ایسی چیز رکھی تھی..." (صفحہ ۲۲)

اب ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ آیت میں تو کہیں اشارہ نہیں ملتا اور آپ کہتے ہیں "آیت سے معلوم ہوا"۔ کیا آپ کے پاس کوئی وحی آتی اور وہ بب کچھ معلوم ہو گیا جو اللہ اور اسکے رسول نے نہیں بتایا؟

در اصل کید کے لغوی معنی مدبر اور چال کے ہیں، خواہ وہ خفیہ ہو یا ظاہر۔ یہ اور بات ہے کہ چال اکثر و بیشتر خفیہ ہی ہوتی ہے، گو کہ یہ ضروری نہیں۔ البتہ یہ لفظ دونوں طرح کی چالوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور کبھی یہ اچھے معنی میں مدبر کے لئے بھی آتا ہے۔ اس کے ثبوت میں قرآن کی چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ سورہ اعراف میں آتا ہے کہ جب ساحرین مصر مویٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو قوم فرعون کے سردار فرعون سے کہنے لگے:

انذر موسیٰ و قومہ لیفسدوا فی الارض و یدرک والہتک (الاعراف ۱۹۲)  
"کیا آپ مویٰ اور اسکی قوم کو چھوڑ دیں گے کہ وہ ملک میں فساد برپا کریں اور تیری اور تیرے معبودوں کی بندگی سے دست کش ہو جائیں"

تو فرعون نے جواب دیا:

سنقتل اینا۔ هم و نستحی نسائم وانا فو قهم فاهر ون (الاعراف ۱۹۳)  
"اہم ان کے لذکوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے، اور بلاہی هم ان پر غالب ہیں"

اس صورتحال کو سورہ مومن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُو أَبْنَاهَا، الَّذِينَ آتَيْنَا مِنْهُ وَاسْتَعْجَلُوا نَسَآءَهُمْ

(المومن ۲۵)

”بِمَرْجُبِ وَهُ (موئی) اہماری طرف سے حق لے کر ان کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں انکے بیٹوں کو قتل کر دو اور انکی عورتوں کو زندہ رکھو...“

اللَّهُ تَعَالَى نے فرعون کی اس چال یا عدیر کو ”کید“ کے لفظ سے تعییر فرمایا، ملاحظہ ہو  
وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (المومن ۲۵)

”اور کافروں کی چال اکارت ہی گئی“

فرعون نے بنو اسرائیل کی نسل کشی کے لئے جو منصوبہ بندی کی اس کو ”کید“ کہا گیا اور یہ چیز واضح ہے کہ یہ عدیر یا چال اعلانیہ تھی۔ خفیہ توہرگز نہ تھی۔ اب موصوف کی دلیل کہ

”کید کئے ہیں کسی کو نفسان دینے کے لئے خفیہ چال چلنے کو“  
تو یکسر باطل ہو گئی اور اس بنیاد پر جو ”شعبدہ گری“ کی عمارت استوار کی گئی تھی وہ بھی زمین پر آرہی؟ موصوف کے اطمینان قلب کے لئے مزید ثبوت پیش خدمت ہیں۔ سورہ قلم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَمْلَأْ لَهُمْ أَنْ كَيْدِي مَتِينٌ (القلم ۳۵)

”میں انکو ذہصل دے رہا ہوں، میری چال بڑی زبردست ہے“  
یہاں ”کید“ اللہ تعالیٰ کی عدیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورہ یوسف میں ہے،

كَذَالِكَ كَذَنَابِيْوْسْفَ وَيُوسْفَ (۱۰)

”اسطرح ہم نے یوسف کے لئے عدیر کی“

یہاں بھی اللہ کی عدیر کے لئے ”کید“ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک ”سری جگہ یہ لفظ دوسرے لوگوں اور اللہ دونوں کی عدیر کے لئے استعمال ہوا ہے:

أَنْهُمْ يَكْيِدُونَ كَيْدًا وَأَكْيَدَ كَيْدًا (الطارق ۱۵، ۱۶)

”یہ لوگ تو اپنی عدیروں میں لگے ہوئے ہیں اور میں اپنی عدیر کر رہا ہوں“

سورہ انبیاء میں ابراھیم علیہ السلام اپنی قوم کو دھمکی دیتے ہیں :

وَتَالَّهُ لَا كَيْدَنِ اصْنَامُكُمْ بَعْدَ إِنْ تَوْلُوا مُدْبِرِينَ (الأنبياء، ۲۶)

”اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ چال چلوں گا جب تم موجود نہ ہو گے“  
اور اس دھمکی کو عملی جامہ پہنایا گیا، بتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا گیا۔ کیا ابراھیم علیہ السلام کی چال خفیہ تھی؟ سورہ انبیاء میں دوسری جگہ فرمایا:

وَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلُنَّهُمْ الْأَخْسَرِينَ (الأنبياء، ۲۷)

”انہوں نے اسکے ساتھ برائی کی چال چلا چاہی مگر ہم نے انکو بری طرح ناکام کر دیا۔“  
ظاہر ہے کہ قوم ابراھیم کی جس چال کی طرف یہاں اشارہ ہے وہ ان کو آگ میں ڈال دینا  
ہے اور یہ کوئی خفیہ کارروائی تو نہیں۔ سورہ صفت میں فرمایا:

وَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلُنَّهُمْ الْأَسْفَلِينَ (الصفت، ۲۸)

”انہوں نے اس کے ساتھ ایک (بری) کارروائی کرنا چاہی مگر ہم نے انہی کو پسپا کر دیا۔“  
یہاں ابراھیم کو آگ میں ڈالے جانے کی کارروائی کو بکد کھا گیا ہے۔ سورہ مومن میں فرمایا:  
وَمَا كَيْدَ فَرْعَوْنَ إِلَّا فِي بَابِ (المومن، ۳۴)

”اور فرعون کی تمام تر چالبازی اسکی اپنی تباہی کا ہی سبب ہے۔“

اب تو موصوف کو اپنی حماقتوں سے رجوع کر لینا چاہیے۔ ”صنع“ اور ”کید“  
کے من پسند معنی اور جبلانہ ہمیر پھیر اور محرقانہ تاویل کی بہریاد پر جو شعبدہ گری کی عمارت  
اٹھائی گئی تھی وہ تو اب زمیں بوس ہو گئی، جادوگروں کے ”فن“ اور ”کاریگری“ اور ساتھ  
ہی موصوف کی فن کاری کا پرده فاش ہو گیا؛ ثابت ہو گیا کہ ساحرین مصر کچھ بھی خفیہ طور  
سے اپنے ”فن“ اور ”کاریگری“ سے بنا کر نہیں لائے تھے، قرآن کے بیان کے مطابق وہ عام  
لائھیاں اور رسیاں ہی لائے تھے۔ اب یہ بھی ستم ظرفی ہے کہ یہ ملاحدہ قرآن میں بیان  
کردہ ”سحر عظیم“ کو شعبدہ قرار دے کر قرآن کے الفاظ کے انکار اور اسکی معنوی  
تحريف کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں؛ ہم موصوف کو پھریا دلائیں گے کہ  
ان کیہد الشیطان کان ضعیفا

سورہ اعراف کی آیت ۱۶ کے ساتھ بھی موصوف نے وہی ملحدانہ و منکرانہ رویہ اختیار کیا ہے اور رنگ آمیزی و ملمع سازی کے ذریعے آیت کے غشاء و مفہوم کو یکسر بدل ڈالنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ”نظرؤں اور دلوں پر جادو کا اثر“ کے عنوان کے تحت گرافشائی فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو:

”جادو کے گھنٹیں لختے ہیں کہ جادو کا اثر دل و نظر پر ہو جاتا ہے...“

اس کی وضاحت سے قبل قارئین آیت معہ ترجمہ ملاحظہ کر لیں:

فَلِمَا الْقَوَاسِعُرُوا لِعِينِ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَآءُو بِسُحْرٍ عَظِيمٍ (الاعراف ۱۶۷)

”تو جب انہوں نے ارسیں والا تمیں اچھیکیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور انکو ڈرا دیا، اور وہ زبردست جادو لائے تھے“

یہ آیت آنکھوں پر حمر کے اثر کو صراحةً کے ساتھ بیان کرتی ہے اور موصوف کے منکرانہ نظرے پر ضرب کاری ہے، لہذا اسکی معنوی تحریف اور معنی میں رو و بدل کرنا انکے لئے ناگزیر ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے کتابچے کے صفحہ ۲۵ پر وہی گھسا پتا رنگ آمیزی و ملمع سازی کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ درج بالا آیت میں بیان کردہ واقعہ کو جھٹلانے کیلئے کیسا غیر سنجیدہ انداز اختیار کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں،

”وہ گئی بات ڈرانے کی تو یہ ان شعبدہ بازوں کا روزمرہ کا معمول ہے... اسی طرح ان ساحروں (شعبده بازوں) نے مجھی لوگوں کو یہ کہ کہ ڈرایا ہوگا کہ دنکھو ہم ان لامھیوں اور رسیوں کو سانپ بنانے لگے ہیں۔ ہمارے خود یہ نہ آنا اگر کسی کو ہمارے بنانے ہوئے سانپوں نے کاث لیا تو ہمیں دوش نہ دینا، یا اسی طرح کی اور باہیں کر کے لوگوں کو ڈرایا ہو گا۔“ (صفحہ ۲۵)

غور فرمائیے، موصوف نے قرآن میں بیان کردہ واقعہ کی تردید اور اپنے باطل موقف کی تائید و تقویت کے لئے تاویل و توجیہ کا کسقدر ناشائستہ انداز اپنایا ہے، اللہ تعالیٰ کے قدر غصب سے کیسی بے خوبی ہے؟ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کا یہ انداز ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ تو کلام رباني کا دل و جان سے احترام کرنے والا ہوتا ہے، اسکی

تلاوت اور اس پر غور و فکر سے اس کے دل پر رقت طاری ہوتی ہے اور آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ وہ تو اس مقدس کلام پر من و عن ایمان لاتا ہے، اس میں کمی بیشی، رد و بدل اور تحریف و تبدل کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کجا یہ کہ ایسے قیاسی گھوڑے دوڑائے "یہ ٹکر ڈرایا ہوگا" یا "اور باتیں کر کے ڈرایا ہوگا" اور "ہمارے بنائے ہوئے سانپوں کے قریب نہ آنا" وغیرہ۔ کلام اللہ کے ساتھ یہ ذہنی عیاری اور حاشیہ آرائی، افسانوی انداز میں لمح سازی کی غیر سنجیدہ روشنی ہے اور یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ کسی نہ کسی طرح قرآن کے بیان کردہ "سحر عظیم" کو اپنے خانہ ساز معنی کے مطابق ڈھال لیا جائے، العیاذ باللہ!

پھر اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے موصوف سرخی جاتے ہیں "مویی علیہ السلام کا ڈرنا" اور اس عنوان کے تحت بڑے ہی جزم کیسا تھا موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"تو ان آیات میں بتا دیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں ڈر مغلوب ہو جائے کا تھا..."

(صفحہ ۲۶)

موصوف کے دجل و فریب کا پرده چاک کرنے کے لئے ذرا ان آیات پر پھر سے غور کر لیا جائے جن کے بارے میں موصوف نے دعویٰ کیا ہے کہ "ان آیات میں بتا دیا گیا..."۔ سورہ طہ کی آیات میں واقعہ سحر بیان کرتے ہوئے بتا دیا گیا کہ جب مصری جادوگروں نے رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو سحر کے تخیلاتی اثر سے موسیٰ علیہ السلام (اور دوسرے لوگوں) کو وہ دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور اسکی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام نے (اور لوگوں کی طرح ادال میں ڈر محسوس کیا۔ قرآن کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

فَإِذَا حِبَالْهُمْ وَعَصَيْهِمْ يَخْيِلُ إِلَيْهِ مِنْ سَحْرِهِمْ أَنْهَا تَسْعَ فَأَوْجِسْ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً

موسیٰ طہ ۱۴، ۲۲

"تو یکاکی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ کے خیال میں انکے سحر کے سبب دوڑتی ہوئی معلوم ہوئیں۔ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔"

آیات کے ربط و تسلیل کے ساتھ معنی پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ خوف بشری تقاضے کے تحت سحر کے اُس اثر کی وجہ سے پیدا ہوا تھا جس سے کہ رسیال اور لامھیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگی تھیں اور یہ کیفیت نہ صرف موسیٰ علیہ السلام بلکہ دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی پیدا ہوئی تھی، جس کو قرآن نے واضح فرمادیا ہے کہ

سَحَرُوا لِعْنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ الاعراف ۱۷۷

”لوگوں کی آنکھوں پر انہوں نے جادو کر دیا اور انکو ڈرایا۔“

قارئین، آیات قرآنی کا مفہوم اور منشاء تو صاف اور واضح ہے لیکن انکار کی روشن اختیار کرنے والے رنگ آمیزی کر کے ”یہ لکھر ڈرایا ہوگا، سانپ بتا دو نگا وغیرہ“ اپنا مطلب اخذ کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”اس آیت سے یہ ثابت ہو گیا، آیت نے یہ بتایا، وغیرہ“ لیکن ان محدثین کے ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ اپنے شیطانی موقف کو تقویت دینے کیلئے نبی علیہ السلام پر بھی اتهام طرازی سے باز نہیں رہتے۔ ان کے پیشوں نام نہاد علامہ نے فرشتوں کو شیطان قرار دے کر ان کے لئے راہ ہموار کر دی ہے۔ اب یہ ظالم شخص اللہ کے اولوالعزم رسول پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ ان کو ”مغلوب ہو جانے کا ڈر تھا“۔ ذرا کوئی ان مفلکرین سے پوچھے کہ موسیٰ علیہ السلام کو آپ کے بقول ”مغلوب ہونے کا“ ڈر تھا تو دوسرے تمام لوگوں کو کس بات کا ڈر تھا؟ قرآن بتا رہا ہے کہ سارے تماش بین جادوگروں کے اثر سے ڈرے اور یہی کیفیت موسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ کیا یہ احمد اتنا بھی نہیں جانتے کہ نبیؐ کا مشن تو اللہ کا مشن ہوتا ہے۔ پھر کیا نبیؐ کے دل میں اس قسم کے خوف کا شائستہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ کا مشن شیطان کے مقابلے میں مغلوب ہو سکتا ہے، یعنی اللہ کے مقابلے میں شیطان غالب؟؟ معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ؛ یہ تو نبیؐ کے ایمان باللہ اور توکل علی اللہ پر صریح الزام بلکہ بہتان عظیم ہے۔ دراصل جن کی نظر میں اللہ کے مقابلے میں شخصیات کا وقار زیادہ اہم اور محبوب تر ہو ان ظالموں سے کچھ بھی

بعید نہیں کہ وہ اللہ اور اسکے رسول<sup>ؐ</sup> کے بارے میں کیا کچھ نہ کہدیں؟ اب یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ موصوف نے اپنے باطل شیطانی موقف کی تائید کے لئے بے سروپا اور غیر سخیہ تاویلات و توجیہات کا سمارا لیا ہے۔ کہیں موسیٰ علیہ السلام سے یہ قیاسی بات خوب کی ہے کہ ”میں نے لاثنی پھینکی اور اللہ نے اسکو اڑدھانہ بنایا تو میں مغلوب ہو جاؤں گا اور جادوگر کامیاب ہو جائیں گے“ (صفحہ ۲۷) اور کہیں اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر کے اللہ پر ایمان و توکل کی شان پر چوتھی کی ہے کہ:

”... اور موسیٰ علیہ السلام نے دیکھ لیا کہ جادوگر تو بے جان لانچھوں اور رسیوں کو شعبدہ بازی سے لوگوں کو دوزتی ہوئی دکھانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ یہ تو ان کے باٹھ کا کام تھا جو انہوں نے کر دیا، مگر میرا معلمہ تو اللہ کے باٹھ میں ہے۔ میں لاثنی پھینکتا ہوں، وہ اڑدھا بنتی ہی نہیں تو میں کیا کروں گا۔ یا اگر بن بھی گئی تو میں یہ بات لوگوں کو کیسے بدور کراؤں گا کہ میری لاثنی توجیہ کا اڑدھا بنتی ہے اور وہ حقیقت میں حرکت کر رہا ہے، اور انکی لانھیں اور رسیاں محض حرکت کرتی محسوس ہوتی ہیں، وہ حرکت کرنہیں رہیں۔ تو یہ بات سوچ کر موسیٰ علیہ السلام گھبرا جاتے ہیں...“ (صفحہ ۲۷)

ملاحظہ فرمائیے، موصوف کے بے مهار قلم نے انکے عیار ذہن کی کیسی ترجمانی کی ہے، العیاذ باللہ! اللہ کے برگزیدہ نبی<sup>ؐ</sup> کا تو کہنا ہی کیا کہ وہ تو بلاشبہ یقین و توکل کی اعلیٰ ترین صفات کا حامل ہوتا ہے، رب ذوالجلال سے اسکا بذریعہ وحی قربی تعلق رہتا ہے، ہر قدم پر اللہ کی رہنمائی شامل حال رہتی ہے، اسکے تو ذہن و خیال میں بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بارے میں غیر یقینی کیفیت یا شک کا ذرا ساشائستہ تک نہیں آسکتا، نبی<sup>ؐ</sup> کے بارے میں ایسا نظریہ رکھنے والا تو ایمان باللہ اور ایمان بالرسول سے قطعاً عاری اور نابلد تصور کیا جائیگا، ہمارا تو حق یقین ہے کہ اس مقدس مشن کا ساتھ دینے والے ایک مخلص اور باشمور مومن کو بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت پر پورا ایمان اور اسکے وعدہ پر بھرپور یقین ہوتا ہے کہ ساری دنیا کے شرپسند عناصر یا ہم مل کر اللہ کے مشن کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ کیا کتاب اللہ کا کچھ کر مطالعہ کرنے والا ایسی لغو وغیر سخیہ بات کر سکتا ہے؟

اللہ کے برگزیدہ نبیؐ کی شان توکل و تیقین کا تو کھنا ہی کیا، ہر مخلص بندہ اللہ کی تائید و نصرت کو ہمہ وقت شامل حال ہونے پر پورا یقین رکھا ہے۔ تواب لمحہ قلریہ ہے کہ کیا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کے وعدے پر یقین نہ تھا یا (معاذ اللہ) انکے اندر توکل علی اللہ کا فقدان تھا جو انہوں نے وہ سب سوچتا شروع کر دیا جو اس جاہل مطلق نے اپنے کتاب پر کے صفحے ۲ پر اللہ کے اس اولوالعزم پنجمبر سے منسوب کر کے رقم کیا ہے؟

ان کی کتابیں تو انکی حماقتوں اور جہالتوں کا پلندہ ہی نظر آتی ہیں، پڑھئے اور سر دھنئے! اب آئیے ذرا دیکھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز فرمایا کہ اس عظیم مشن پر روانہ کیا تو ان کے اطمینان و تقویت قلب کے لئے کیا کچھ نہ فرمایا تھا، ملاحظہ ہو، فرعون کے پاس جا کر دعوت دینے کا حکم ملتا ہے،

اذہب الی فرعون انه طغیٰ (النازعات ۱۶)

"جاو فرعون کے پاس، وہ سرکش ہو گیا ہے!"

موسیٰ علیہ السلام کو بحیثیت بشر اپنی گمزوریوں اور اس وقت کی صورت حال کا شدید احساس تھا، اور وہ اسکا اظہار کرتے ہیں اور اپنے بھائی ہارونؑ کو بھی اس مشن میں شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی التجا کو قبول فرماتا ہے اور تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے:

قال كلا فاذهبا بابتانا معكم مستمعون (الشعراء ۱۵)

"(اللہ تعالیٰ نے افرمایا، ہرگز نہیں، تم دونوں ہماری نشانیں لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں، اس بچھا انسنتے رہیں گے)"

قال لاتخافا اتنی معکما اسمع و ارى (اطہ ۳۷)

"(اللہ تعالیٰ نے افرمایا، تم دونوں ڈرنا نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں)"

قارئین، درج بالا آیات کا مطالعہ کر کے موصوف کی صفحہ ۲ پر درج کردہ خرافات پر پھر ایک نظر ڈال لیں۔ کیا موصوف کی نظر میں موسیٰ علیہ السلام کا ایمان ایسا گمزور تھا

جس کا نقشہ موصوف نے پیش کیا ہے، اور کیا وہ اپنے بخزور دل اور کم ہمت تھے کہ معمولی آزمائش میں "گھبرا جائیں" اور ہوش و حواس کھو بیٹھیں یہاں تک کہ اللہ کی تائید اور نصرت غبی سے مایوس ہو کر ان شیطانی وساوس کا شکار ہو جائیں جن کو موصوف نے صفحہ ۲۰ پر موسیٰ کی طرف خوب کیا ہے؟ دراصل راہِ حق سے منحرف ہو کر منکر و مخد اپنے دشمن شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے، وہ ایسا غیر سنجیدہ اور بے باک ہو جاتا ہے کہ اسکی لسان و قلم جیسی بھی زیر افشا نی کرے وہ اس کو اپنی کامیابی ہی کھجھتا رہتا ہے۔

قرئین نے ملاحظہ کیا، موصوف انکار قرآن و حدیث کی شیطانی مسم میں کس طرح دیوانہ وار آگے بڑھتے جا رہے ہیں، اللہ کے اولوالعزم پغمبر کی شان میں بے باکانہ و گستاخانہ الزام تراشی اور افراء پر دازی کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں، عصمت انبیاء کے نام پر موصوف خود ہی عصمت انبیاء پر حملہ آور ہیں۔ ذرا انکی جسارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"یہ بات سوچ کر موسیٰ علیہ السلام گھبرا جاتے ہیں.... اور ہوا بھی یہی۔" (صفحہ ۲۰)

غور فرمائیے، موصوف کی نظر میں موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کے مقابلہ میں مغلوبیت کے خوف سے "گھبرا جاتے ہیں" !! کیا موصوف کی نظر میں ایک اولوالعزم پغمبر کی شخصیت میں حلم و اناہ اور صبر و استقامت کے اوصاف کا فقدان ہے کہ وہ تائید ربیٰ سے مایوس ہو کر گھبرا جاتے ہیں ؟؟ اور پر موصوف کی جماقوتوں پر بھرپور تبصرہ کیا جا چکا ہے، جہاں یہ بات قطعی اندماز میں واضح کردی گئی تھی کہ اللہ کا جلیل القدر نبیٰ تو اللہ کی تائید و نصرت پر ایمان و یقین کے معاملے میں عین اليقین، حق اليقین اور قلب مطمئن کے اعلیٰ ترین اوصاف سے متصف ہوتا ہے، اسکے توکل اور تحقیق کی شان توہر ششم کے شک و شبے سے بلا تر ہوتی ہے، اور کسی کی کیا مجال کہ نبیٰ کے ایمان و توکل پر تنقید و تبصرہ کرے، بلکہ نبیٰ کے مترب اصحاب و حواری بھی ریب و شک اور ایمان و توکل کی ایسی بخzوری کا شکار نہیں ہوا کرتے جس کا نقشہ موصوف کی مخدانہ تحریر پیش کر رہی ہے؛ اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کی "شلمیرتابو" کی صفت کا ہدیکرہ سورہ ججرات میں فرمایا ہے اور واضح فرمایا کہ جو اللہ اور رسول پر ایمان لاگر ارتیاب (شک و شبہ) کے مرض کا شکار نہ ہوں لیں وہی سچے مومن ہیں۔ یاد رہے کہ ایک معمولی عقل و دانش والا شخص بھی ایسی

بے تکی اور بے سرو پا بات نہ کرے گا۔ ہاں دین حق کے دشمن کے لئے ایسی بے پر کی  
از انا اور اللہ کے رسول پر زبان طعن دراز کرنا اور ہتھ آمیز تبصرے کی جراءت کرنا  
کوئی دشوار نہیں، ایک سچا اور صلح مون تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا، العیاذ باللہ۔

کیسی ستم ظرفی کی بات ہے کہ موصوف نے سورہ طہ کی آیت ۶۸ کو اپنے باطل  
استدلال کے لئے حیله یا قرینہ بنانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ ذرا اس پہلو پر بھی غور  
کرنا مناسب ہے۔ جیسا کہ اوپر کی سطور میں واضح کیا گیا سورہ طہ کی آیات بتارہی ہیں کہ  
جب یہاںکیک موسیٰ علیہ السلام کو ساحروں کی رسیاں اور لامھیاں اُنکے سحر کے سبب سے  
دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں تو (اور لوگوں کی طرح) موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے دل میں  
ڈر محسوس کیا (طہ ۶۸، ۶۹)، اور یہ ڈر مشن ربائی کے ناکام یا مغلوب ہونے کے شک یا  
خدشہ کی وجہ سے ہرگز نہ تھا بلکہ یہ خوف محض اس بشری تقاضے کے تحت تھا جو ایسے  
موقع پر انسان کے دل میں فی الفور پیدا ہو جاتا ہے خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی۔ سورہ  
اعراف کی آیت ۱۱۶ بتاتی ہے کہ ساحروں کے "سحر عظیم" نے جو لوگوں کی آنکھوں  
پر ہوا لوگوں کو ڈرایا یعنی جب رسیاں اور لامھیاں لوگوں کو دوڑتی نظر آئیں تو اس کو  
دیکھ کر وہ ڈر گئے اور ان میں موسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے، سورہ طہ کی آیت بھی یہی  
بتارہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی لامھیاں اور رسیاں دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور  
اس سے وہ ڈر گئے۔ قرآن نے لوگوں کے ڈرنے اور موسیٰ علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ  
ایک ہی بتاتی ہے یعنی سحر سے لامھیوں اور رسیوں کا دوڑتا ہوا محسوس ہونا۔ لہذا اس  
خوف کی کیفیت کو زائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو تسلی دی کہ "اے  
موسیٰ، ڈرو نہیں، بلاشبہ تم ہی غالب رہو گے..."۔ غور فرمائیے، آیت کے الفاظ "بلاشبہ  
تم ہی غالب رہو گے" محض فطری اور وقتی حالت خوف میں تسلی کے طور پر کئے گئے  
ہیں۔ نبیؐ کے ذہن و خیال میں کسی قسم کے احساس مغلوبیت یا تائید ربائی کے بارے  
میں شک و شبہ کا تو شائبہ تک پیدا نہیں ہو سکتا، ایسا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اندازہ  
کیجئے ان الفاظ کا یہ مفہوم لینا کس قدر حماقت و جمالت ہے!

یہاں یہ عرض کردیانا مناسب ہو گا کہ قرآنی آیات کی تشرع میں سیاق و سابق اور

بیت کا باہم ربط و تسلسل محفوظ رکھا جاتا ہے اور آیات کی ایسی تعریج قابل قبول نہیں ہوتی جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہو، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نصوص قطعیہ، سیاق و سبق اور آیات کے ربط و تسلسل سے بالکل ہی بے نیاز ہو کر مخفی کسی ایک لفظ یا چند الفاظ کے قریب پر انحصار کر کے آیات کے معنی بیان کرنے سے مفہوم میں فساد عظیم پیدا ہو سکتا ہے۔ اس اہم مسئلہ کیوضاحت کے لئے کچھ آیات پیش کی جاتی ہیں:-

سورة بقرہ میں فرمایا کہ

وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّىٰ تَجْعَلْ مِلْتَهُمْ (البقرة ۱۷۰)  
”یہودی تم سے ہرگز راضی نہ ہونگے اور نصیری جب تک کہ تم انکے مذب کی پیروی نہ کرنے لگ جو۔ کہدو کہ ہدایت تو بس اللہ ہی کی (اعطا کی ہوتی) ہدایت ہے“

پھر فرمایا

وَلَنْ تَبْعَثَ أَهْوَاهُمْ بَعْدَ الدِّينِ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالِكٌ مِّنْ أَنَّهُ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (البقرة ۱۷۱)

”اور (اے بنی اسرائیل کا) علم آجائے کے بعد تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تم کو اللہ (کی پکڑ) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ملتے گا۔ مددگار“  
آیت کے ظاہرا الفاظ میں بنی علیہ السلام کو یہودونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی سے سختی سے منع کیا جا رہا ہے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکلا جاسکتا ہے کہ بنی علیہ السلام یہودونصاریٰ کی خواہشات کی پیروی کی طرف مائل تھے؟ معاذ اللہ!

درachiل یہاں بنی علیہ السلام کے تناخاطب کے ذریعے مومنوں کو ہوشیار کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی قسم کی مداحنت یا ذہنی مرعوبیت کا شکار نہ ہوں۔ یہ انداز تناخاطب تجویل قبلہ کی آیات کے بعد البقرہ آیت ۲۵ میں ہے جماں بتایا گیا کہ

وَلَنْ تَبْعَثَ أَهْوَاهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ أَذَلِّنَ الظَّالِمِينَ (البقرة ۱۷۲)

”اگر تم نے علم آجائے کے بعد انکی خواہشات کی پیروی کی تو پھر تم قابوں میں شمار ہو گے“  
یہاں بھی بنی اسرائیل کے تناخاطب کے ذریعے مومنوں کو متنبهہ کیا جا رہا ہے تاکہ وہ اہل کتاب علماء کی مرعوبیت پا مروت کی وجہ سے احکامات رباني کے بارے میں کسی قسم کے

شک یا اشکال کا شائبه بھی قریب نہ آنے دیں۔ اسی طرح سورہ ص میں داؤد علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "ہم نے تمیں زمین میں خلیفہ (حکمران) اتنا یا ہے، پس

فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیصلک عن سبیل اللہ ۱۲۶

"... لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمیں اللہ کی راہ سے بھٹکادے گی..."

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ داؤد علیہ السلام خواہشات نفس کی پیروی کرنے کی طرف مائل تھے جس سے ان کو منع کیا جا رہا ہے؟ معاذ اللہ! یہاں داؤد علیہ السلام کو نصیحت کے پیرائے میں ایک انتہائی اہم اور زریں اصول بیان کیا گیا ہے۔ ایک حکمران آج منصب اقتدار پر فائز ہے تو کل اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہے، اسکو اپنی خواہش نفس کی بجائے عدل و انصاف کے اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیئے، تاکہ کل اللہ تعالیٰ کی عدالت میں وہ سرخرو ہو۔ ہر انسان اپنے دائرة اختیار میں ایک حکمران کی طرح ہے اس لئے یہ زریں اصول عام انسانوں کیلئے بھی اسی طرح نافذ العمل ہے جس طرح ایک حاکم کیلئے۔ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام کو حکم دے رہا ہے کہ "تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون و احکامات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو" پھر فرمایا کہ

ولا تتبع اھوآہم عمما جا، ك من الحق (العلائدة ۳۸)

"اور انکی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اس حق سے منہ موز کر جو تمہارے پاس آگیا ہے..." کیا یہاں یہ نتیجہ نکلا جاسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام حق سے منہ موز کر مخالفین حق کی پیروی اختیار کرنے والے تھے؟ ہرگز نہیں۔ یہ مفہوم آیت کے مشاء کے بالکل بر عکس ہو گا۔

اسی طرح سورہ الانعام آیت ۱۵۰ میں فرمایا:-

ولا تتبع اھوآ، الذين كذبوا بآياتنا والذين لا يؤمنون بالآخرة وهم بربهم يعدلون (الانعام ۱۵۰)

اور تم ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جنہوں نے ہماری آیات تو جھٹکا دیا اور جو آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں"

سورۃ الاعراف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام چالیس دن کی میقات پر جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ہدایت کرتے ہیں، قرآن کے الفاظ ہیں:

وَقَالَ مُوسَىٰ لِرَبِّهِ هَرُونَ إِخْلُقْنِي فِي قَوْسٍ وَاصْلُحْ وَلَا تَبْعِي سَيْلَ الْمَفْسَدِينَ

الاعراف ۱۳۲

”موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے بھیجے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا، اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کے راستے پر نہ چلا۔“

کیا الفاظ کے لفاظ سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ خدشہ تحاکہ ہارون علیہ السلام (جو خود بھی اللہ کے نبی تھے) اسلام کا راستہ چھوڑ کر مفسدوں کے راستے پر چل پڑیں گے؟ معاذ اللہ! آیت رباني کا یہ فرشاء ہرگز نہیں۔

سورۃ القلم میں دعوت حق کو جھٹلانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے جو نبی علیہ السلام کو ”مفتون و مجنون“ قرار دے رہے تھے۔ پھر نبی علیہ السلام کو ہدایت دی گئی کہ آپ ان کی بات نہ مانیں، فرمایا:-

### فَلَا تَطْعَمُ الْمَكْذِينَ (القلم ۸)

”آپ ان جھٹلانے والوں کا کھانا نہ مانتا۔“

کیا الفاظ کے قرینہ کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نبی علیہ السلام ان مخالفین حق کا دباؤ قبول کر کے ان کی بات ماننے والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اور اسکی بعد والی آیات میں آپؐ کو اس سے باز رہنے کا حکم فرمادیا؟ معاذ اللہ!

سورۃ الزمر میں نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا گیا:

وَلَقَدْ أَدْعَى إِلَيْكَ وَالِّيَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَنْ اشْرَكُتْ لِي بِعْضُ عَمْلِكَ وَلَكُونَ مِنَ  
الْخَسِيرِينَ (الزمر ۱۷۵)

”اے نبی! تمہاری طرف اور تم سے پلے انہیں کی طرف یہ وہی بھی جاہلی ہے کہ اگر تم نے (کہیں) اشک کیا تو تمہارا سارا عمل ہتلائے ہو جائے گا اور تم خسارہ پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔“

غور فرمائیے، یہاں اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ ”اگر تم نے شرک کیا تو...“ کیا کوئی اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک کا ارتکاب ہو سکتا تھا؟ العیاذ باللہ !! اللہ کے رسول کا دامن تو نبوت سے قبل بھی شرک سے پاک ہوتا ہے، وہ تو شرک کی بیخ کرنے آتے ہیں۔ ان سے تو شرک کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا؛ یہاں شرک کی شاعت پر زور دیا گیا کہ یہ ایسا شیع و قبیح فعل ہے کہ اس کے مرکب کے سارے اعمال غارت کر دئے جاتے ہیں خواہ اس کا ارتکاب کرنے والا (ابفرض محل اللہ کا برگزیدہ بنی ہی کیوں نہ ہو، کسی اور کا تو کہنا ہی کیا)۔

قارئین، یہاں صرف بطور نمونہ چند آیات پیش کی ہیں جو یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ کسی لفظ یا چند الفاظ کو نصوص کے خلاف بے محل قرینہ بنانے سے معنی میں کیسا فساد پیدا ہو سکتا ہے۔ موصوف نے ”انک انت الاعلیٰ“ سے یہ نتیجہ اخذ کر کے ”موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب ہونیکا ڈر تھا“ ایسی جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ اسکی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ بلاشبہ اللہ کے برگزیدہ بنیٰ پر افتراء پردازی کی بدترین مثال ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ مخدانہ جوش بیانی میں اتنے آگے بڑھے کہ کتاب اللہ کا مضمون اڑاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بھی کچھ من گھرٹت الفاظ نسب کر دالے ہیں، ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فوراً تسلی دیتے ہیں کہ ذرو نہیں۔ پہلے تو ہم تیری لاٹھی کو صرف حرکت کرنے والا اڑدھا بناتے تھے، مگر آج اسکو دوسرو چیزوں کو لکھنے والا اڑدھا بنائیں گے...“ (صفحہ ۲۲،

اب کوئی موصوف سے پوچھے کہ یہ الفاظ ”پہلے تو ہم لاٹھی...“ قرآن میں تو ہیں نہیں، پھر انہوں نے بزعم خویش یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہاں سے نقل کیا ہے؟ کیا یہ حدیث قدسی سے جو موصوف پر ”وجی غیر متلو“ کی شکل میں نازل ہو گئی؟ یا سورہ طہ کی آیات ۶۹، ۷۰ کی تشریک ان مخصوص الفاظ میں موصوف پر القاء کردی گئی جس کو موصوف نے ”نبی جسی شان خودا عتمادی“ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان فرمادیا ہے؟ ”نحوذ باللہ من ذکار۔“

ملاحظہ کیجئے کہ یہ شیطانی مشن کی تکمیل کا جذبہ شوق موصوف کو کس طرح قدر مذلت میں اتارتا چلا جاتا ہے، پسپائی اور رسوانی کے باوجود توبہ و اصلاح سے یکسر محروم ہیں اور پینترے بدل کرنے انداز سے سامنے آتے ہیں۔ باطل پرستی پر جماڑ کی روشن انسان کو اس مقام پر پہنچا کے ہی رہتی ہے کہ جہاں سے واپس ٹھٹھے کا امکان بھی معدوم ہو جاتا ہے، پھر مجرم ضمیر اپنے باطل موقف کو لوگوں کی نگاہ میں صحیح ثابت کرنے کے لئے اداکاری سے بھی باز نہیں رہتا۔ قارئین کو علم ہے کہ موصوف نے اس کتاب پر کی ابتداء اسی انداز سے کی اور اب پھر وہی انداز نمایاں ہے، ملاحظہ ہو۔

”موئی علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ لکھتے وقت بار بار سیرے دل میں یہ خیل آ رہا ہے اور مالک کی کبریائی کی تعریف بے اختیار زبان پر آ رہی ہے کہ مالک اگر تو موئی علیہ السلام کے ڈرنے کی وجہ بیان نہ کرتا۔“ (صفو، ۲)

غور فرمائیے، موصوف کا فریب کارانہ اداکاری کا انداز۔ آیات قرآنی کا کیسا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”سَهْرُوا مِعَنِ النَّاسِ وَنَسْرِهُوْهُمْ“ (الوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا اور ان کو ڈرایا) میں انہیں ڈرنے کی وجہ نظر نہ آئی، ”انکَ أَنْتَ الْأَعْلَى“ میں موئی علیہ السلام کا خوف مغلوبیت نظر آگیا، ”اللَّهُ كَمَا كَنْتَ بِنَبِيٍّ“ کے وقار کو انکار و الخاد کا تحنثہ مشق بناتے ہوئے ذرا بھی شرم نہ آئی!

الغرض موصوف انکار قرآن و حدیث کی اس مہم میں، دیگر منکرین کی طرح، صحیح احادیث کا تو صاف اور بے جھگ انکار کر دیتے ہیں اور جو آیات قرآنی انکے باطل اور گمراہ کن عقیدے اور موقف کی راہ میں رکاوٹ بنتی نظر آئیں انکو تاویل کی خرداد پر چڑھا کر اپنے مطلب کے معنی اور مفہوم کا جامہ پہنادیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ فلق کی آیت دُمْ شَرِ النَّفَثَتِ فِي الْعَدْدِ كَمْ تَرَكَ بَالْكَلَبُ بَيْ نِيَازٍ هُوَ كَمْ گَنِيَ بَيْ ہے، جبکہ سنن نسائی کی حدیث من عقد عقدة ثم ثفت فيها فقد سحر و من سحر فقد اشرك اس آیت کی بہترین تفسیر و تشریع ہے۔ لیکن گروہ منکرین کا تو مسئلہ یہ ہے کہ قرآن جس طرح نازل ہوا ہے اس طرح انکے حلقو سے نیچے اترتا ہی نہیں پھر یہ معلم قرآن کی تفسیر و تشریع کیے تسلیم کریں گے؟ چنانچہ قرآن و حدیث کے ساتھ یہ مذموم کھیل کھیل

رہے ہیں اور بلاشبہ پست ہی برا کر رہے ہیں اپنے نفس کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے کیسے بے پرواہ ہیں:

وَلِبَشْ مَا شَرَدَ وَإِلَهُنَّمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرة ۱۸۲)

”کبھی بھی چیز ہے جس کے بدلتے انہوں نے اپنی جانوں کو پیچ ڈالا۔“

اس کے بعد موصوف نے اصول حدیث پر کچھ طبع آزمائی کی ہے اور فرم حدیث کے عنوان کے تحت کچھ تبصرہ کیا ہے جو کہ حبیب الرحمن کاندھلوی صاحب ہی کی کتاب سے لیا گیا ہے جس کا موصوف نے صفحہ ۳۳ پر خود ہی اعتراف کیا ہے۔ اسکے تفصیلی جائزے کے لئے تو ایک طویل مضمون کی ضرورت ہوگی کیونکہ اس میں غلط و صحیح کو خلط ملط کر کے پیش کیا گیا گے، تاہم مختصرًا اتنا بتاتے چلں کہ حدیث اور علم حدیث کے متعلق موصوف کے خیالات کاندھلوی صاحب اور دیگر آزاد خیال مفکرین اور منکرین حدیث کے نظریات ہی کا تسلسل ہیں، خود انکا اپنا کچھ نہیں۔ اب ان کے فرم حدیث کا بھی ایک غموثہ ملاحظہ کر لیجئے۔ مغضرب روایت کے بارے میں رقطراز ہیں

”جو روایت مغضرب ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی یعنی ایک ہی روایت کو کوئی راوی کس طرح بیان کرے اور اسی روایت کو دوسرا راوی دوسری طرح بیان کرے، لہذا ان میں سے کوئی ایک روایت قطعی طور پر غلط ہوگی۔ لہذا دونوں روایات مشکوک ہونے کی بناء پر قابل قبول نہیں ٹھہرے گی۔ جیسے مسلم میں جابرؓ مجۃ الوداع کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے روز کہ گئے اور طواف افاضہ فرمایا، پھر مکہ ہی میں غیر کی نماز پڑھی اور پھر منی لوث آئے (مسلم کتاب الحج) لیکن مسلم میں ہی ابن عمرؓ سے مجۃ الوداع کے سلسلے میں ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے روز کہ تشریف لے گئے، طواف افاضہ فرمایا، پھر منی لوث آئے اور غیر کی نماز منی میں پڑھی۔ (مسلم کتاب الحج)“

(صفحہ ۱۷۲)

ملاحظہ کیجئے، دو یکساں روایات کو معمولی اور جزوی اختلاف کی بنیاد پر مشکوک اور دونوں ہی کو ناقابل اعتبار قرار دیا جا رہا ہے؟ موصوف علم حدیث اور فن حدیث کے اس مقام تک پہنچنے ہوئے ہیں جہاں تک کوئی محدث نہ پہنچ سکا تھا۔ اسی لئے اول اور

بے سروپا باعیں فن حدیث کے نام پر بیان کرتے چلتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ذخیرہ حدیث پر ہاتھ صاف کرنے کا یہ کوئی انوکھا انداز نہیں بلکہ پورے گروہ منکرین کا ہمیشہ سے ایک ہی طریقہ کار رہا ہے۔

اصول حدیث کی رو سے اگر دو صحیح روایات ایک بات بیان کریں اور ان میں کوئی معمولی سا جزوی اختلاف موجود ہو تو اس اختلاف کی تحقیق کی جائے گی کہ ان میں سے کس روایت کے جزو کی بات درست ہے اور کس روایت میں سو ہوا ہے۔ اور جب تحقیق سے صحیح بات کا پتہ چل جائے تو اس کے مطابق درست بات راجح ہوتی ہے اور دوسری بات مرجوح۔ اگر تحقیق کے باوجود کسی نتیجے پر پہنچنا ممکن نہ ہو تو اختلافی جزو کو لنظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ پوری روایت کو۔ مسلم کی ان دو روایات میں یہ بات کہی گئی ہے کہ حجتہ الوداع کے موقعے پر نبی علیہ السلام یوم الخرمه تشریف لے گئے اور طواف اقامہ کیا۔ یہاں تک کی عبارت دونوں روایات میں پکیساں اور مشترک ہے البتہ ان میں اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ اس روز آپ نے صلوٰۃ الظفر مکہ میں ادا کی تھی یا طواف اقامہ کے بعد واپس جا کر منی میں ادا کی تھی۔ روایات میں جو امر واقعہ بیان ہوا ہے، یعنی یوم الخر طواف اقامہ کی ادائیگی (جو حج کا ایک رکن ہے اتو یہ دونوں روایات میں یکساں طور پر بیان کیا گیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، رہی دوسری بات کہ صلوٰۃ الظفر مکہ ہی میں ادا کر لی گئی یا منی واپس جا کر ادا کی گئی، اس اختلاف کا ارکان حج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس جزوئی اور معمولی اختلاف کی بناء پر دونوں ہی روایات کو مشکوک ٹھہرا کر ناقابل اعتبار قرار دینا علم حدیث میں موصوف کی "ہمارت" کا منہج بولتا ہوتا ہے یا جہالت کا، قارئین فیصلہ کر لیں۔ یہ ضرور ہے کہ اس قسم کے خود ساختہ اصولوں کے ذریعے صحیح احادیث پر ہاتھ صاف کرنا اتنے لئے آسان ہو گیا ہے।

العياذ بالله۔

ہر نوع، موصوف کے درج یا اصول اور احادیث کو پرکھنے کے معیار کو ذہن میں رکھتے ہوئے انکی کچھ اور شکوفہ اندازی ملاحظہ کیجئے۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ والی روایت نقل کی ہے:

"جب شام سے ابوسفیانؓ کی وفات کی خبر آئی تو ام المؤمنین ام حبیبؓ نے زردی (ابن) مغلواکر اپنے دونوں رخساروں پر اور دونوں کلاسیوں پر ملا اور فرمائے تھے اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اپنے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہ سنا ہوتا تو مجھے اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اپنے نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اسکو یہ روانہ نہیں کہ وہ سوائے شوہر کے کسی اور نیت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ شوہر پر البتہ عورت کو چاراہے دس دن تک سوگ کرنا پڑے گا۔ (بخاری۔ کتاب الجنائز)" (صفہ ۳۲)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد موصوف نے اس پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائی۔

"یہ روایت اگرچہ صحیح ہے، مگر اس میں جو یہ بیان ہے کہ ام حبیبؓ کے والد ماجد ابوسفیانؓ کی وفات کی خبر شام سے آئی یہ غلط ہے۔ ابوسفیانؓ کا انتقال ۴۲۲ ھ یا ۴۲۳ ھ میں کہ معلم ہیں ہوا۔ شام میں تو ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان کا انتقال ہوا تھا۔" (صفہ ۳۲)

اب یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ صحیح مسلم کی طواف افاضہ والی روایات تو مشکوک اور ماقابل اعتبار ٹھہرا دی گئیں کیونکہ ان میں جزوی اور معمولی اختلاف تھا کہ صلوٰۃ الظہر طواف کے بعد مکہ میں ادا کی گئی یا ادا پسی پر منی میں ادا کی گئی، لیکن بخاری کی یہ روایت اس میں مذکورہ سقیر کے باوجود صحیح قرار دی جا رہی ہے۔ اس سے موصوف کے اصول حدیث کے علم اور فہم حدیث کے دہرے معیار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اب یہ لمحہ فکری ہے کہ ایسے لوگوں کیلئے جو بنیادی اصولوں اور قواعد وضوابط سے ہی بے بہرہ ہوں ان اہم موضوعات پر قلم اٹھانے کا اور فحصیلے داغنے کا کیا جواز ہے؟ بہرحال، موصوف کی جراءت و بے باکی کا انداز بھی عجیب ہے کہ جمالت و نادانی کے علی الرغم فہم حدیث پر صحیح کے صحیح سیاہ کئے ہیں تاکہ باطل مقصد کے لئے زمین ہموار کی جاسکے پھر آخر میں اپنے مطلب کی طرف آئے ہیں اور بخاری و مسلم کی پانچ روایات نقل کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کیا گیا ہے، ان میں مغالطہ آرائی کا وہی انداز ہے جس سے تقریباً انکا پورا کتابچہ بھرا ہوا ہے، مثل کے طور پر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

"ان روایات میں اس چیز کا اثر بیان کیا گیا ہے، یعنی جاودہ نوئے جسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے

اپنی کتاب میں بسراحت بتاویا کہ ان سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ و مام بضارین بہ من  
احد لا باذن لله ... " (صفحہ ۱۳۲)

آپ نے ملاحظہ فرمایا، اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہو کر انسان کیسا جری اور بیباک  
ہو جاتا ہے، آیت قرآنی کا جو حصہ پیش کیا ہے اس کا مفہوم لکھتے ہوئے بھی اس کا وہ  
حصہ حذف کر دیا گیا جو انکے باطل موقف کی جذبات کر رکھدے یعنی آیت میں سے  
صرف و مام بضارین بہ من احمد کا مفہوم "ان سے کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو سکتا" تو  
لکھ دیا تیکن الا باذن اللہ "سوائے اللہ کے اذن کے" چٹ کر گئے؛ اور صرف یہ لکھ رکھنے  
مردہ ضمیر کو مطمئن کر لیا کہ "ترجمہ و تشریع پچھلے اور اق میں ہو چکی ہے" (صفحہ ۱۳۲)۔ بھلا  
ایسے لوگ کتاب اللہ سے کیا بدایت حاصل کریں گے جو اس کی آیات کو توڑ مردڑ کر لفظی  
و معنوی تحریف کے ذریعہ اپنے موقف میں فٹ کرنے میں لگے ہیں؛ پھر موصوف سخر  
سے متعلق بخاری و مسلم کی روایات پر بڑے "ماہرا شہ" انداز میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے  
ہیں:

"فن روایت کی رو سے بھی یہ روایت درست نہیں۔ یہ روایت ہشام کے علاوہ کوئی بیان  
نہیں کرتا اور ہشام کا ۱۳۲ مجری میں دماغ جواب دے گیا تھا، بلکہ حافظ عقیل تو لکھتے ہیں  
قد خرف فی آخر عصرہ یعنی آخر عمر میں سُخْیا گئے تھے" (صفحہ ۱۳۲)

"ہشام کے مشور شاگردوں میں سے امام مالک یہ روایت نقل نہیں کرتے، بلکہ کوئی بھی اہل  
مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا، حالانکہ یہ واقعہ بقول ان کے مدینہ میں ہوا۔ ہشام سے جتنے  
بھی راوی ہیں سب عراقی ہیں اور اتفاق سے عراق پہنچنے کے چند روز بعد ہشام کا دماغ سُخْیا گیا  
تھا۔" (ایضاً)

موصوف نے یہ سب کاندھلوی صاحب کے حوالے سے کہا ہے اور اس کا  
اعتراف بھی کر لیا ہے، کیونکہ انکا مسلغ علم کاندھلوی، چکڑلوی اور پرویز جیسے علماءوں کی  
کتابوں کی حد تک ہی محدود ہے اور انکے مرشد کاندھلوی صاحب کا امام بخاری سے بعض  
ڈھکا چھپا نہیں، ان کی تحریریں اس کا مخفی بولٹا شوت ہیں۔ تفہے ایسے بد نصیبوں پر جو  
راہ حق سے مخفی موڑ کر طاغوت پرستی کو اپنے مشن کی بنیاد ٹھہرا دیں اور طواغیت کے  
اقوال و تحریرات کے سارے اپنے استدلال کی عمارت استوار کرنے میں نہ کوئی شرم

محسوس کریں اور نہ بھجک! اب ذرا انگی درج بالا موصوفوں پر نظرڈالئے جو محض حماقت و جمالت کا پلندہ ہیں۔ ذیل میں انکا مختصر جواب پیش کیا جاتا ہے۔

یہ ہشام بن عروہ کے سُھیانے کی بات کرتے ہیں جبکہ فی الحقيقة موصوف اور ان کے مرشد کا ندھلوی صاحب ہی سُھیا گئے ہیں کیونکہ کا ندھلوی صاحب کی ہشام بن عروہ کے متعلق تحریر ان کی عمر کے آخری حصے کی ہے۔ جہاں تک کہ حافظہ کی بات کا تعلق ہے تو یہ تو ایک امر مسلمہ ہے کہ کسی بھی شخص کا بڑھاپے میں حافظہ جوانی کے دور کا سا نہیں رہتا۔ لیکن ہشام کے حافظہ کی کمزوری کس نوعیت کی تھی، کس حد تک تھی اور کتنا تغیر رونما ہوتھا، اس کا اندازہ پہلے اور بعد کی روایات کے موازنے سے کیا جاسکتا ہے۔ کیا موصوف اور ان کے ہمزا یہ فیصلہ دینے سے قبل تحقیق کے اس مرحلے سے گزرے ہیں؟ اب جن لوگوں کی تحقیق دوسروں کا چبایا ہوا لگنے تک ہی موقوف ہو وہ بھلا صحیح تحقیق کیا کریں گے؟ موصوف سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ یہ "معركة الآراء تصنیف" شائع کرنے سے قبل ہمارے رسالے جبل اللہ نمبر ۱۲ کا مطالعہ کر لیتے جس کے صفحے ۵۵، ۵۶ پر اس اشکال و اعتراض کی خاطر خواہ وضاحت علمی دلائل کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ موصوف کا یہ تبصرہ کیا ہے بس انکا علمی "شاہکار" ہے، فرماتے ہیں کہ "ہشام کے مشور شاگردوں میں سے امام مالک یہ روایت نہیں کرتے..." اب کوئی ان سے پوچھے کہ کیا ہشام کے مشور شاگردوں میں سے ہر ایک کا اسکو روایت کرنا ضروری ہے، یا بالخصوص امام مالک کا اس کو روایت کرنا لازمی ہے؟ ہشام سے روایت کرنے والے لیث ابن سعد، ابن جریح اور ابو ضرہ (انس بن عیاض) اکیا انکی نظر میں مشور نہیں، غیر معروف ہیں؟ پھر موصوف کا یہ فرمانا کہ " بلکہ کوئی بھی اہل مدینہ یہ روایت نقل نہیں کرتا..." بھی انکی سراسر لامعی اور جمالت پر مبنی ہے۔ ان کو معلوم ہو کہ ابو ضرہ (انس بن عیاض) اہل مدینہ ہی کے رہنے والے ہیں۔ اگر موصوف انکار حدیث کے نظر میں دھت، عصبدیت کا شکار نہ ہوتے اور جبل اللہ ۱۲ کا مطالعہ کر لیتے تو شاید منکر حدیث کا ندھلوی کے اندر ہے مقلد بن کر ایسی بے سر و پا جا بلکہ باعیں نہ کرتے اور جن اعتراضات کا دباؤ مدلل جواب دیدیا گیا تھا انھیں پھر نہ دہراتے۔ موصوف فرماتے ہیں: " ہشام سے جتنے بھی راوی ہیں سب عراقی ہیں..."

موصوف اور ان کے ہمنوا بے پر کی اڑانے میں بڑے مشاق ہیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ بخاری کی سحر کی روایات میں ابو ضمیرہ مدینہ کے رہنے والے ہیں، ابن جرینج کہ کے ہیں اور لیث بن سعد مصر کے رہنے والے ہیں۔ اس سے موصوف کے درج بالا دعوے کی حقیقت واضح ہو گئی۔

ان روایات پر علمی و فنی بحث مفصل و مدلل انداز میں حبل اللہ کے شمارے نمبر ۱۲ میں صفحہ ۵۵، ۵۶ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ وہاں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہشام بن عروہ کی آخری عمر میں (حافظہ کی تکمیل کے دوران) انے روایات لینے والے تین راوی ہیں یعنی وکیع ابن الجراح، عبد اللہ ابن نمير اور ماحض ابن تمیم۔ اب اسے علامہ کاندھلوی اور ان کے ہمنواوں کی شومی قسمت ہی کہتے کہ بخاری کی سحر والی روایات کے راویوں میں سے کوئی بھی ان تین میں شامل نہیں، اس طرح انکے استدلال کی عمارت زمین پر آرہی اور اعتراض کالعدم ہو گیا۔ موصوف نے کاندھلوی صاحب کے حوالے سے ہشام ابن عروہ کے متعلق حافظ عقیلی کے الفاظ قد خرف فی آخر عمرہ بھی نقل کئے ہیں جس میں "خرف" کے معنی "سُخْتَیَّة" لئے ہیں۔ اس ناشائستہ ترجیح سے قطع نظر کرتے ہوئے، یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ خود اس قول کی حافظ عقیلی سے نسبت تاقابل اعتبار ہے۔ عقیلی کی کتاب میں ہشام بن عروہ کے بارے میں یہ قول موجود نہیں بلکہ ہشام بن عروہ کا ذکر ہی نہیں اور دیگر کتب میں بھی باوجود تلاش اور جستجو کے نہیں ملا۔ موصوف تو کاندھلوی پر ہی ایمان لائے ہیں اور انہی کا حوالہ دے کر کام چلایا ہے جو قطعاً ناکافی ہے۔ اس کا اصل حوالہ ان پر قرض ہے۔ موصوف نے بے سروپا موشگافیوں کے ذریعے روایات سحر کو مضطرب قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ حبل اللہ کے شمارے ۱۲ کے صفحہ ۵۵ پر اس بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے جو اس اعتراض کا کافی اور ثانی جواب ہے اور یہاں اسکے اعادہ کی چند اس ضرورت نہیں۔ وہاں یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ معمولی تطبیق کے ذریعہ روایت کا اختلاف دور کیا جاسکتا ہے، الیسی روایت کو مضطرب سمجھنا نادانی ہے۔ دراصل گزشتہ سطور میں موصوف کے فہم حدیث کا جائزہ بھی پیش کر دیا گیا ہے، اسکے بعد تو موصوف سے اصولی موقف اختیار کرنے کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

آگے جا کر "جادو کا عجوہ بھجور سے علاج" کے عنوان سے مزید گل افشا نی فرمائی ہے جس کا انداز وہی گھسا پتا ہے، مثلاً فرماتے ہیں:-

"... جیسے آپ مدینہ کے رہنے والے تھے اور مدینہ میں ہی یہ بھجور ہوتی ہے اور آپ کی خوراک بھی بھجور رہی ہے، اور آپ اس بھجور کے فوائد بھی جانتے ہیں۔ لہذا آپ اسے تناول بھی فرماتے ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود بخاری میں روایت آئی کہ آپ پر جادو اثر کر گیا، اور اسی طرح زہر بھی اثر کر گیا..." (صفحہ ۲۵)

ملاحظہ فرمایا، وہی نادانی اور جہالت کا رفرما ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ کیا اسباب اور احتیاطی تدابیر اور دوا و علاج تقدیرِ الٰہی اور مشیتِ رب الٰہی سے مافق اور بالاتر ہیں؟ تمام قوانین عالم اللہ تعالیٰ کے مشیت و اذن کے قانون کے ماتحت ہیں۔ اگر موصوف قرآن و حدیث کا سمجھ کر مطالعہ کر لیں اور "باذن اللہ" اور "ان شا اللہ" کا صحیح مفہوم پالیں تو ایسی غیر سخیدہ اور بے سرو پا بائیں نہ کریں۔

بخاری کی اس روایت کے مطابق بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بجوروزانہ صحیح" کے وقت سات عدد عجوہ بھجوریں کھائے تو اس روز اسے زہر اور جادو نقصان نہیں دے گا۔ اب کیونکہ اس حدیث میں سحر کے اثر کو تسلیم کیا گیا ہے، لہذا یہ روایت موصوف اور ان کے ہمنواؤں کیلئے ناقابل برداشت ہے۔ اب انکے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو اسکا انکار کریں اور یا اسکی تاویل سے کام چلاسیں۔ فی الحال موصوف نے تاویل ہی کو ترجیح دی ہے اور معنوی تحریف سے کام چلانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:-

"تو محترم اس حدیث میں جس زہر اور سحر کا بتایا گیا ہے اس سے مراد چیز کی بیماریں ہیں" (صفحہ ۲۵)

معلوم ہوتا ہے کہ لغت اور اصول و قواعد موصوف اور انکے ہمنواؤں کی نظر میں لباس کی طرح ہیں کہ جب اور جس طرح چاہیں آزادی کے ساتھ اپنے موقف کے دفاعی مقصد کیلئے استعمال کریں۔ چنانچہ یہاں "سحر" سے مراد پیٹ کی بیماری لے کر موصوف نے لغت میں ایک "گوہرنایاپ" کا اضافہ فرمادیا جو ماہرین کی نگاہ سے پوشیدہ تھا! سحر پر لغوی بحث گزشتہ سطور میں بے تفصیل کی گئی ہے، سحر کے لغوی معنی پیٹ کی

بیماری تو نہیں، البتہ "سَحْرٌ" ("س" مفتوح یعنی زبر کے ساتھ) کے معنی پھیپھڑے کے اس حصے کے لئے جاتے ہیں جو پانی کی نالی کے قریب ہو، جبکہ "سَحْرٌ" ("س" مکسور یعنی زیر کے ساتھ) جو اس حدیث میں ہے وہ قرآن و حدیث میں مذکور "سَحْرٌ" ہے جس کے لغوی معنی پر لفظی بحث گزشتہ صفات میں کردی گئی ہے۔ مختلف شروحات و تراجم میں اس روایت میں آنسوائے "سَحْرٌ" کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں جو ہم نے یہاں کئے ہیں، موصوف کے بیان کردہ معنی کی تو گرد کو بھی کوئی نہیں پہنچا!

قارئین کو گزشتہ سطور سے موصوف اور انکے ہمنواؤں کے علم و فنم اور تدبر کا بخوبی اندازہ ہو چکا ہے۔ انکی تحریر کی ایک ایک سطر انکی عقل و فنم کا ماتم کرتی نظر آتی ہے، اور اس پر طرہ یہ کہ موصوف ہربات کو بڑے ہی حتیٰ اور پراعتماد انداز میں پیش کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ انتہائی بے عقلی اور بے علمی کا مظہر ہوتی ہے۔ انکی کتنی ہی مثالیں تو گزشتہ سطور میں آپ نے ملاحظہ کر لی ہیں، اب کچھ اور پیش خدمت کی جاتی ہیں۔ صفحہ ۳۶ پر "دجال" کے عنوان کے تحت موصوف نے پہلے بخاری کی کتاب الفتنه کی گیارہ احادیث کا ذکر کیا ہے، پھر ان میں سے کچھ باعیں اخذ کر کے اپنے مطلب کے نتائج برآمد کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور پر فرماتے ہیں:

"... جبکہ دوسری حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں یعنی علیہ السلام کو طواف کرتے دیکھا، پھر خواب میں ہی دجال کو دیکھا۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو مسیح موعود کئے گا، اور یہ بات اس دعا سے بھی واضح ہوئی ہے..."

قارئین، ذرا درج بالا حدیث کو لئوں دیکھیں۔ کیا اس حدیث میں ایسے الفاظ ہیں یا کوئی ایسی بات ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ دجال "اپنے آپ کو مسیح موعود کریگا"؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں یعنی علیہ السلام کو دیکھنا، اور خواب میں ہی، اس و دیکھنا، یہ کمال ثابت کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسیح موعود کریگا؛ اسی طرز نبی علیہ السلام کا دعاوں میں "الْمَسِيحُ الدَّجَالُ" کے فتنے سے اللہ کی پناہ چاہنا یعنی دعا میں "الْمَسِيحُ الدَّجَالُ" کے الفاظ سے بھی یہ نتیجہ کئے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ دجال اپنے آپ کو مسیح موعود کئے گا؛ یا للعجب؛ حماقت پر حماقت؛ کیسی بواحی ہے، ایک طرف تو حدیث پیش کر کے کہتے ہیں

کہ "گویا وہ اپنے آپ کو بطور اللہ پیش کرے گا" (صفحہ ۳۲) اور پھر خود یہ نتیجہ بھی نکال کر دکھاتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو صحیح موعود کئے گا۔ موصوف انکار حدیث و قرآن کے والانہ جوش میں بظاہر بذیلی کیفیت کا شکار معلوم ہوتے ہیں، کہ ذہن و خیال میں جو بھی لبرائحتی ہے فوراً ہی الفاظ کا جامہ زیب تن کر لیتی ہے۔ دراصل یہاں انکی تمام کوشش کا ماحصل یہ ہے کہ صحیح احادیث کو ایک دوسرے سے متصادم اور مختلف فیہ ثابت کیا جاسکے اور اس طرح احادیث صحیحہ پر سے لوگوں کے اعتماد کو ختم کر کے انکو رد کرنے کی شیطانی مسم میں کچھ کامیابی حاصل کر لی جائے۔ لیکن تم ظرفی ہے کہ اصول حدیث سے بے بہرہ ہوتے ہوئے بھی موصوف احادیث صحیحہ میں کیڑے نکالنے کی شیطانی مسم کا آکہ کاربنے ہوئے ہیں جس کا بتین شوت اس کتابیکے کے صفحات پیش کرتے ہیں۔ دجال کے بارے میں بخاری کی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی روایت کا ذکر کرتے ہوئے مسلم میں جو اضافہ ہے اسکو بیان کیا ہے کہ وہ شخص جسکو دجال قتل کر کے دوبارہ زندہ کرے گا خضر علیہ السلام ہونگے۔ پھر اس پر تبصرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

"اب اس روایت کے متعلق فیضہ آپ خود ہی کر لیں کہ یہ کس پائے کی روایت ہے..."

(صفحہ ۳۲)

موصوف نے روایت پر تبصرہ فرمانے سے پہلے یہ دلکھنے کی زحمت گوارا ش کی کہ خضر علیہ السلام کے بارے میں عبارت دراصل ابوالحق کا مدرج قول ہے نہ کہ اصل روایت کا حصہ، ملاحظہ فرمائیے۔

قال ابواسحق یقال ان هذا الرجل هو الغضر علیہ السلام مسلم کاب الفتن ،

باب ذکر الدجال

"ابو اسحاق کہتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص خضر علیہ السلام ہونگے"

یا پھر یہ بھی موصوف کی صحیح احادیث سے تنفس کرنے کے لئے دھوکہ دہی کی مسم کا ہی حصہ ہے کیونکہ موصوف اس کو اس طرح پیش کر رہے ہیں جیسے یہ اسی حدیث کی عبارت ہو۔ ان لوگوں کو تو کوئی شو شہ مل جائے جو انکی اس مسم میں معاون ثابت ہو تو فوراً ہی آنکھ بند کر کے اس کو اپنالیتے ہیں۔

آیات قرآنی کی فضیلت والی روایات پر نظر عتایت فرماتے ہوئے سورہ کھف کی ابتدائی آیات کی فضیلت بیان کرنے والی مسلم کی روایت کا کس انداز سے تمیز اڑایا ہے، ملاحظہ ہو۔

”لَهُ قُرْآنُ الْحَكْمُ سُورَةُ الْكَهْفِ كی ابتدائی دس آیات پڑھ کر دیکھیں، ان میں کون سی چیز دجال سے بچنے میں معاون ہے“ (صفحہ ۲۸)

اب ان سے کوئی پوچھے کہ کیا قرآنی آیات میں موصوف کے انداز تکر کے مطابق ”کوئی ایسی چیز“ ہونا ضروری ہے ورنہ ان آیات کی فضیلت والی روایات موصوف کی نظر میں مشکوک تھریں گی؟ کیا سورہ فاتحہ میں سانپ بچو کے ضرر سے بچانے میں معاون کوئی چیز ہے؟ کیا وہ روایات جن میں سانپ سے ڈے جانے پر سورہ فاتحہ دم کرنے پر شفاء ہوئی ناقابل اعتبار ہیں؟ آیت الکرسی میں کونسی چیز ہے جو شیطان سے حفاظت میں معاون ہو؟ کیا وہ روایت جس میں یہ بتایا گیا ہے موصوف کی نظر میں ساقط الاعتبار ہیں؟ موصوف اور انکے ہمنواوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن کریم گھول کر پینے یا بطور تعویذ گندزار کانے کیلئے نہیں اتارا گیا کہ اسمیں ہر ایک کی ”مطلوبہ چیز“ مل جائے۔ آیات قرآنی کی تلاوت سے تزکیہ نفس ہوتا ہے، علم و حکمت کے زریں اصولوں سے عقل و دانش میں اضافہ ہوتا ہے اور آخرت کی جوابد ہی کی تذکیرے ایمان میں پنچھی اور نکھار پیدا ہوتا ہے اور اس طرح اللہ کا بندہ اللہ کی پناہ میں آکر عذاب قبر، عذاب جہنم اور مسیح دجال کے فتنہ اور حیاء اور محمات کے قنوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ صحیح احادیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآنی آیات کی فضیلت بیان کی ہے وہ شک و شبہ سے بالاتر ہے، ان پر شک کرنے والا قرآن و حدیث کا منکر کافر ہے۔

قارئین، آپ نے غور فرمایا کہ اپنے اس ناپاک مشن کی کامیابی کے لئے موصوف نے کیا کیا حرбے استعمال کئے ہیں، گزشتہ صفحات میں ان کا تفصیلی جائزہ پیش کر دیا گیا ہے۔ ان ہی میں سے ان کا ایک حربہ ”کن فیکون“ ہے۔ حر کے واقعات میں جس کا بے مخابا استعمال موصوف نے متعدد مقامات پر کیا ہے اور گزشتہ سطور میں اس کا پوری طرح آپریشن کر دیا گیا ہے۔ اسکے اعادے کی یہاں چند اس ضرورت نہیں۔ یہاں بھی

ان روایات کی حیثیت گرانے کے لئے اس حربے کو استعمال کیا گیا ہے۔ صفحہ ۳۶ پر صحیح بخاری کی ابو سعید خدری<sup>ؓ</sup> والی روایت لائے ہیں جس میں دجال کے ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کرنے کے واقعہ کا ذکر ہے اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں:

”اگر اس حدیث کو من و عن قبول کر لیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک نہیں رہتا۔ لذا یہ روایت قرآنی تطہیم کے خلاف ہے۔“ (صفحہ ۳۶)

اسی طرح نواس بن سمعان<sup>ؓ</sup> والی روایت لا کر تبصرہ کرتے ہیں:

”تو اس حدیث میں بیان یاتوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ دجال کو کن فکون کا اختیار حاصل ہو گا جو کہ بالکل قرآن کی تطہیم کے خلاف ہے۔“ (صفحہ ۳۷)

کیسا فریب کاران انداز اختیار کیا گیا ہے، قرآن و حدیث کے ساتھ یہ مضمکہ خیز روشن اس گروہ منکرین ہی کا حصہ ہے۔ کیا موصوف اس بات سے نادا قف ہیں کہ دجال کو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتایا گیا ہے اور نیز یہ کہ قیامت یا قرب قیامت کی نشانیاں عام قوانین کے مطابق نہ ہونگی مثلاً سورج کا مغرب سے نکنا، دابة الارض کا ظہور اور یا جوج ماجوج کا خرونج وغیرہ۔ سورۃ النمل میں فرمایا ہے:

و اذا وقع القول عليهم اخر جنالهم دابة من الارض تكلمهم (النمل ۱۸۲)

”اور جب ان پر ہماری بات پوری ہونے کا وقت آپنے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔“

اب کوئی موصوف سے پوچھے کہ دابة الارض کا نکنا اور انسانوں سے کلام کرنا اور دیگر علامات قیامت کیا عام قوانین کے خلاف نہیں؟ کیا موصوف انکو بھی خلاف قرآن قرار دینے کی جرأت کریں گے؟ اگر دابة الارض کا ذکر قرآن میں نہ ہوتا تو شاید موصوف اور انکے ہمنواؤں کا اسکے بارے میں بھی وہی انداز ہوتا جو انہوں نے دجال کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ ایک دو نہیں صحیحین کی لتنی ہی روایات کو بزعم باطل خلاف قرآن قرار دیکرہ بے یک جنبش قلم مسترد کر ڈالا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”یہ ہیں دجال کے متعلق معتبر روایات اور ان کے مل سے بھی آپ کو آگاہی ہو گئی۔ اسی لئے تو محمدین کرام کا ان کے متعلق فیصلہ ہے کہ ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔ ان میں جو

صحیح ہیں وہ استخارات اور کنایات پر مشتمل ہیں۔" (صفحہ ۲۸)

قارئین کرام، موصوف کی ستم ظرفی ملاحظہ ہو کہ "محدثین کرام" کا فیصلہ تو بیان فرمائے ہیں لیکن ان میں سے کسی کا نام بتانا ضروری نہیں تمجھتے اور نہ یہ بتاتے ہیں کہ ان معتبر روایات کی تضعیف کس بنیاد پر کی گئی ہے۔ شاید موصوف کی "ان محدثین" سے مراد انہی کے گروہ کے دوسرے افراد ہونگے۔ اس سے قبل انکے پیش رو مولوی بشیر احمد بھی دجال کے محلے میں ایسا ہی کارنامہ انجام دے چکے ہیں جس پر واقوا اللہ میں کچھ تبصرہ کر دیا گیا ہے (ملاحظہ ہو واقوا اللہ سوم صفحہ ۶۴)

درactual موصوف اور ان کے ہمنواوں کو اصول حدیث اور فن رجال سے تو کوئی سرد کار نہیں، جس روایت کو انکے منکر اکابرین صحیح کہیں بس وہی انکی نظر میں صحیح ہے اور جس کو وہ ضعیف کہیں وہ ضعیف ہے، جرح و تعدیل کی کتابوں سے دلیل لانا انکے بس کی بات ہی نہیں، لہذا روایات کے بارے میں جاہلائے طرز استدلال اپناتے ہوئے رائے زندگی فرمانے کو ہی تحقیق تمجھتے ہیں۔ محسن ابن حزم کے برتر پر اکثر کو ضعیف کہنا اور چند کو صحیح مان کر ان کو استخارات و کنایات قرار دینا علم حدیث کا خون کرنا ہے۔

اب کوئی ان سے پوچھے کہ ذرا نشاندہی تو کیجیے کہ ضعیف کو نہیں ہیں اور استخارات و کنایات جن روایات میں آپ کو نظر آتے ہیں ذرا انکی نشاندہی تو فرمادیں۔ ان لوگوں کی تحریریں تو "فن و ادب کے شہ پارے" میں پڑھتے اور سردھنے اپنے پیشو و مولوی بشیر احمد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے کہ دجال کوئی معمولی آدی نہیں ہوگا، بلکہ بست بڑا سامنداں اور جگرائ ہوگا۔ لہذا وہ جادو کا کھیل دکھانے والے شعبدہ بازوں کی طرح اپنے شعبدے دکھائے گا، جو کہ تمام باتیں مانگت الاسباب ہوں گے۔" (صفحہ ۳۸)

قارئین نے ملاحظہ کیا، یہ مفکرین کس شان سے شیطان کے ہمنوا بن کر میدان میں اترے ہیں؟ احادیث صحیحہ کو تو ضعیف اور خلاف قرآن قرار دے کر مسترد کر دیا اور اس طرح قرآن و حدیث میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ بے حقیقت ثابت کر دیا گیا اور موصوف اور

انکے ہمنواوں پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ ”وجال بہت بڑا سائنسدار ہو گا، حکمران ہو گا، جادوگر و شعبدہ باز ہو گا“ اور نہ جانے کیا کیا ہو گا“ کیا انکو اس غبیٰ حقیقت حال کا علم بد ریعہ کشف ہوا ہے؟؟ اب اس کا جواب تو ان پر قرض رہیگا کہ یہ ”حقیقت“ جامِ قرآن و حدیث میں نہیں ہے انہیں بھاں سے معلوم ہوئی؛ ان پر اللہ کا فرمان کیسا صادق آتا ہے۔

فَلَا تُبْتَهُنَّ اللَّهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
روئیں ۱۸

”کوئی کام اللہ کو الحسی بات کی خبر دے رہے ہو چھے وہ آسمان میں جانتا ہے نہ زمین میں“ بہرحال یہ امر واقعہ ہے موصوف اور انکے پیشوں بشیر احمد کی وجہ کے بارے میں موشکافیاں انکار حدیث و قرآن کا بین ثبوت ہیں، موصوف اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کے بارے میں غیر سمجھیدہ روایہ اختیار کئے ہوتے ہیں اور بری طرح ذہنی انتشار اور تذبذب کا شکار ہیں۔

گزشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حکیم و دانا ربِ ذوالجلال نے خیر و شر کا نظام امتکانی مخصوصے کے تحت خلق فرمایا اور محدود و دائرة اسباب کے اندر مخوقات کے چھوٹ اور مملت کا قانون بنایا۔ اس قانون کے تحت شیاطین الجن والانس کو دنیا دی معاملات میں کسی حد تک معمولی چھوٹ اور آزادی دی گئی جو پوری طرح ماتحت الاسباب ہے اور اللہ کے اذن و مشیت کے نظام کے اندر جکڑی ہوئی ہے، اور اس سے سرمو بھی انحراف ممکن نہیں۔ اس کا دائرة اثر و سوسہ اندازی اور تحیلائی اثر اندازی تک محدود ہے۔ وہ کسی کو جانی یا مالی نفع و نقصان ہرگز نہیں پہنچاسکتے؛ ساحر کی ساحری ہو یا کاہن کی کہانت اور شیطان کی وسوسہ اندازی سب اسی قانون اذن و مشیت کے ماتحت ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ اس کا واضح ثبوت ہیں۔ چنانچہ ان میں سے کسی کو مافق الاسباب قرار دینا یا ان پر کن فیکون کی صفت ربائی کا اطلاق کرنا محض جمالت و نادانی اور فریب کاری ہے جس کا مقصد لوگوں کو قرآن و صحیح احادیث سے برگشتہ کرنا ہے۔

دراصل، احادیث صحیحہ پر تنقید کرنا، صحیح روایات میں کیڑے نکالنا اور انکار

حدیث کی شیطانی مسم کو تقویت پہنچانے اور لوگوں کو احادیث سے برگشہ کرنے کے لئے قرآنی آیات کی من مانی تاویل کرنا، آزاد خیال مفلدین و مفسرین اور معتملی منکرین کا ہمیشہ سے ہی وظیرہ رہا ہے۔ انکا انداز اور طریقہ کار بھی رہا ہے کہ بڑی فراغدی سے آیات قرآنی کو بے محل پیش کر کے کچھ زمین ہموار کرتے ہیں اور پھر آیات کو اپنے مطلب کے معنی پہنانے لگتے ہیں۔ کچھ بھی انداز ان حتابله جدیدہ نے اپنایا ہے۔ شروع میں چند احادیث کو ہدف بنایا جاتا ہے۔ پھر انکار حدیث کا دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ ہم نے گزشتہ صفحات میں عرض کیا تھا کہ یہاں ہی نہیں ٹھہریں گے بلکہ اپنے پیشوؤں عبد اللہ چکڑالوی اور پرویز وغیرہ کے نقش پاہی کو جادہ منزل بنائیں گے۔ انکا یہ کتابچہ اس کا بنیں ثبوت پیش کرتا ہے۔

فارسیں، ہم نے ان صفحات میں موصوف کے کتابچہ کا حاصل مطالعہ آپ کے سامنے پیش کیا ہے جس میں انکی فریب کارانہ روشن، اللہ اور اسکے رسول کی شان میں گستاخی، ان پر بے باکانہ اعتماد طرازی، آیات قرآنی کی تحریف اور باطل تاویل، احادیث نبوی کا صریح انکار اور علم حدیث کی مضمونی خیزی، اصول حدیث سے لا علی اور عدم واقفیت کے علی الرغم احادیث پر "محمدانہ شان" سے تبصرے کا بے باکانہ انداز اور انتہائی جمالت و ہٹ دھرمی سے صحیح احادیث کو جھٹلانا اور بزعم خویش خلاف قرآن قرار دے کر مسترد کرنا، آیات قرآنی کا مذاق اڑانا، ان تمام پہلوؤں پر انکے کتابچے کے اعتراضات کی روشنی میں مخقرہ تبصرہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرے منکرین کی طرح موصوف نے بھی جگہ جگہ مختلف آیات قرآنی کا محل و بے محل استعمال کر کے غلط مجھ کے ذریعے لوگوں کو ورغلانے، دھوکہ دینے اور گراہ کرنے کی کوشش کی ہے، ہم نے ان کے کتابچے کے حوالوں سے ہی اسکی بھی نشاندہی کر دی ہے۔ ہماری اس تمام کوشش کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ حق اور باطل اللگ کر دیا جائے، حق حق اور باطل باطل ثابت کر دیا جائے۔

لیحق الحق و یقطع الباطل ولو کره المجرمون (الإنفال ۱۸)

"نَاكَ حَقْ حَقْ (ثَابِتٌ) هُوَ جَاءَهُ اَوْ بَاطِلٌ بَاطِلٌ، خَوَاهُ مُجْرِمُونَ كُوْكَتْنَاهِي نَأْكُورَ كُوْنَ شَهْوَ."

اور اس طرح مخلص مومن اللہ کی تائید و نصرت سے شیطان کی فریب کاری سے محفوظ رہیں اور باطل کا ذوق رکھنے والوں پر اتمام جنت ہو جائے۔

ربنا لا ترغ قلوبنا بعد اذ همه يتنا دهبا لنا من لدنك رحمة انك انت الورهاب



عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا الْمُؤْبِقَاتِ الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ۔  
(بخاری کتاب الطب)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک اور حباد و کرنے سے پھر جو کہ برباد کروئیں والی چیزیں ہیں۔

عَنْ أَبْنِ عَبَّامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النَّجُومِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ۔  
(ابوداؤد)

ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علم نجوم کا ایک حصہ حاصل کیا اس نے جادو کی ایک شان حاصل کی جس نے اس سے زیادہ کیا اس نے اس سے زیادہ جادو حاصل کیا۔